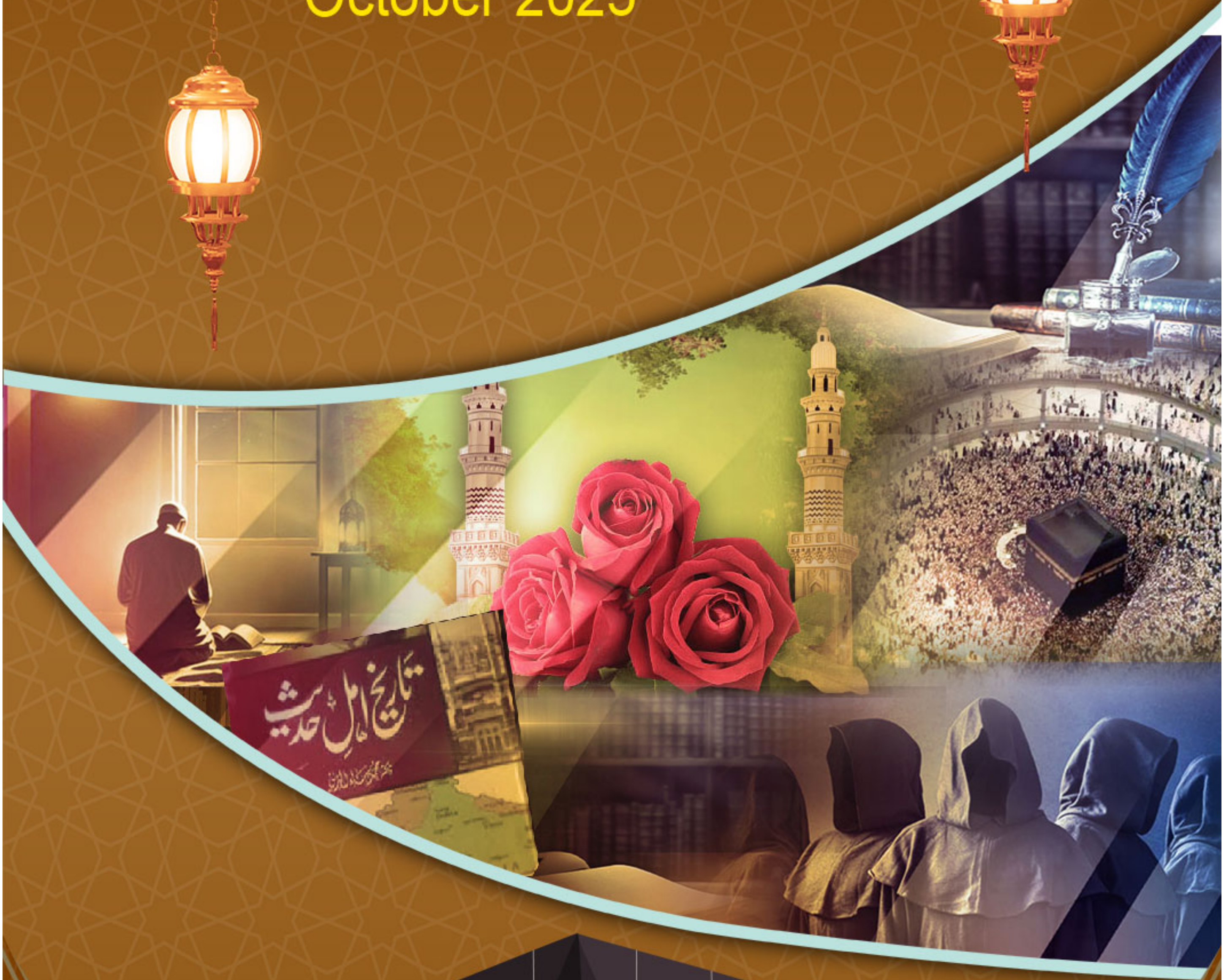
ماہنامہ صراطِ مستقیم برمنگھم

October 2025





وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 45 No. 12 October 2025

Rabi al-Thani/Jumada Al-Awwal1447 AH

جلد:45 شمارہ:12 اکتوبر2025ء

ربیع الثانی رجمادی الاول:1447ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRATE-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk



3 ستمبر کی بدھ صبح 9 بجے کی پرواز سے براہ ایمسٹیر ڈام فن لینڈ کے لیے روانہ ہوا۔ برمنگھم سے براہ راست کوئی پرواز نہیں تھی ، ہولینڈ ایمسٹیر ڈام ایئر پورٹ ایک گھنٹہ بعد پہنچ گئے ، امیگریشن کے مراحل سے گزرنے کے لیے یہاں طویل قطار میں لگنا پڑا ، برطانیہ جب سے یورپی یونین سے نکلا، برطانوی مسافروں کو ان مراحل سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ ورنہ پہلے آسانیاں تھیں، لمبی قطار کو دیکھ کر ہم نے چاہا کہ اس کاؤنٹر کا رخ کیا جائے، جس پر یورپی پاسپورٹ ہولڈرز کی تختی آویزاں تھی، کیونکہ ابھی تک میرا پاسپورٹ وہی یورپین یونین کا ہے، نگرانی پر متعین آفیسر نے پاسپورٹ دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا کہ اب آپ کے لیے یہ لائن نہیں آپ کا ملک اس لائن سے نکل چکا ہے لہٰذا عام لائن ہی سے آیئے، ایمسٹیر ڈام ایئر پورٹ KLM ایئر لائنز کا مرکز ہے، اس ہوائی اڈہ کو بڑی تعداد میں مسافر استعمال کرتے ہیں۔ لائن بہت طویل تھی لیکن تیزی سے متحرک تھی، کاؤنٹر پر پاسپورٹ کا رسمی انداز میں دیدار کر کے آگے بڑھا دیا گیا۔ یہاں تین گھنٹوں کا وقفہ تھا، فن لینڈ کی پرواز کے لیے، میں نے احتیاطاً ایسا لنک اختیار کیا تھا کہ اگر ائیر پورٹ پر تاخیر ہو تو اگلی پرواز کے لیے پریشانی نہ ہونے پائے لیکن یہ ساری کاروائی تقریباً چالیس منٹ ہی میں مکمل ہو گئی، مطلوبہ گیٹ سے وقت مقررہ پر فن لینڈ کے لیے ہم روانہ ہو گئے، جہاز میں اکا دکا مسافروں کے علاوہ سب ہی سفید فام تھے۔ جہاز کے حرکت کرتے ہی اعلان کیا گیا کہ ایک مسافر کو مونگ پھلی سے الرجی ہے، لہٰذا اگر کسی مسافر کے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء میں مونگ پھلی کی آمیزش ہو تو براہ کرم وہ پیکٹ نہ کھولیئے کہ مبادا اس مسافر کو تکلیف نہ پہنچے۔ یعنی ایک مسافر کو ناگہانی پریشانی سے بچانے کے لیے تمام سے احتیاط برتنے کی اپیل کی جا رہی ہے ، یہاں مجھے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یاد آئی کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ دوران سفر نقل و حرکت میں قافلہ کے کمزور شخص کے مطابق پروگرام مرتب کیا جائے، لیکن اس ہدایت نبوی پر کم عمل ہوتا ہے۔ دو گھنٹے بعد ہم فن لینڈ کے مرکزی شہر HELSINKI ہیل سینکی پہنچ گئے ، ایئر پورٹ سے کسی تاخیر کے بغیر ہم باہر نکل آئے ، مقامی احباب رانا عطاء اللہ ، غلام اللہ ، عبد اللہ اور اسامہ گلدستہ کے ساتھ چشم براہ تھے ، عطاء اللہ صاحب ہر دلعزیز اور جفاکش مخلص ساتھی ہیں یہ اور ہیل سینکی میں دعوت اسلامی کے روح رواں حافظ رضوان صاحب دونوں یونان میں تقریباً چودہ سال گزار کر یہاں کے متوطن ہوئے ہیں ، یورپین مزاج اور طور طریقوں سے خوب واقف ہیں، قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے دونوں بساط بھر کوشاں رہتے ہیں۔ بارک اللہ في مساعیھم

ان ہی کی دعوت پر میرا یہ سفر ہوا، فن لینڈ کی کل آبادی تقریباً پچپن لاکھ ہے ، ان میں مسلمان دو لاکھ کے لگ بھگ ہیں، جو صومال، پاکستان، چیچنیا، عربی اور ہندی مسلمانوں پر مشتمل ہیں۔ کچھ جاب ویزا پر، کچھ طالب علم اور کچھ یہاں کے شہری ہو چکے ہیں، فن لینڈ میں حصول شہریت کے اصول سخت ہیں، اس کے لیے دیگر امور کے علاوہ مقامی زبان اور ثقافت سے واقفیت ضروری ہے، مسلمانوں کی محدود تعداد کے باوجود ان کے خلاف تعصب پایا جاتا ہے،

موجودہ برسر اقتدار پارٹی نے اس کو ہوا دینے کی سعی نامشکور کی ۔

ان دنوں یہاں کا موسم معتدل تھا۔ ورنہ ساتھیوں نے بتایا کہ سال گذشتہ دسمبر میں درجہ حرارت منفی چالیس تک گر چکا تھا، سیال چیزوں کو منجمد ہونے کے لیے منفی تین ، چار ڈگری کافی ہے، اس خبر سے تو ہمارے بدن میں ویسے ہی کپکپاہٹ طاری ہو گئی اور مزید یہ کہ ان دنوں میں شب و روز کے درمیان وقفہ برائے نام سا رہ جاتا ہے، دو سال قبل یہاں حافظ صاحب کے ساتھ ایک دلچسپ صورتحال پیدا ہوگئی، رمضان میں روزہ کا دورانیہ بہت طویل تھا۔ کچھ لوگوں نے عصر بعد ہی افطار کر لیا اور حافظ صاحب سے تقاضا کیا کہ تراویح پڑھائیں ، چونکہ وہ پاکستان سے تشریف لائے تھے ، چمکتے سورج کی موجودگی میں افطار کے لیے ان کی طبیعت آمادہ نہیں ہوئی، انہوں نے عزیمت کی راہ اختیار کی کہ غروب آفتاب کے بعد ہی افطار کریں گے لیکن احباب کے اصرار پر عصر بعد تراویح پڑھا دی ، نماز تراویح کے کافی دیر بعد خود افطار کیا۔ میں نے از راہ تفنن سوال کر لیا کہ آپ نے نیت کیا کی تھی، قیام اللیل کی یا قیام النہار کی آپ کے حساب سے تو رات شروع ہی نہیں ہوئی، اس اعتبار سے قیام اللیل کی نیت درست نہیں۔ اگر رات شروع ہو گئی تو آپ کا روزہ غلط۔ بہر حال اس موسم میں یہاں رات کا مکمل دورانیہ ڈیڑھ پونے دو گھنٹوں کا ہوتا ہے، اسی میں افطار، مغرب، عشاء، تراویح،

سحری سے فارغ ہونا ہوتا ہے اور اگر یہاں سے مزید تھوڑی مسافت آگے طے کیجئے تو یہ وقفہ اور بھی سکڑ جاتا ہے کہ ایک طرف سورج غروب ہو رہا ہے تو دوسری طرف سے طلوع کا منظر چند ہی لمحوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ سر دست افطار اور سحری کے لیے یہاں تین فارمولے رائج ہیں:

ایک گروہ اس فارمولہ پر عامل ہے کہ جب رات اور دن کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں، ہم اس کے مطابق عمل کریں گے، چاہے روزہ کا دورانیہ بائیس گھنٹوں سے متجاوز ہو۔

دوسرا گروہ اس بات پر عمل پیرا ہے کہ قریبی معتدل ملک جیسے سویڈن وغیرہ کا ٹائم ٹیبل کے مطابق عمل کیا جائے۔

تیسرا گروہ ام القری کے لحاظ سے عمل کرتا ہے، یعنی مکہ مکرمہ کے حساب سے سحری اور افطار کر لیا جائے بلکہ ایک چھوٹا گروہ بھی ہے کہ رات اور دن کو چوبیس گھنٹوں کے حساب سے نصف نصف تقسیم کر لیا جائے کہ بارہ گھنٹے دن کے اور بارہ گھنٹے رات کے لیے شمار کر لیئے جائیں، طلوع اور غروب آفتاب سے قطع نظر، ہر فارمولہ کے ساتھ اپنے دلائل اور توجیہ ہے۔

اس بحث کو فی الحال معتبر علماء ربانی کی توجہ کے لیے چھوڑ کر آگے بڑھتا ہوں۔ کسی زمانہ میں ایسے مسائل فرضی سمجھے جاتے تھے، لیکن اب یہ حقیقت ہے کہ یہاں مسلم آبادی میں آئے دن اضافہ ہو تا جا رہا ہے۔

ائیر پورٹ سے سیدھے ہم حافظ رضوان کے دولت کدہ پر پہنچے، حافظ صاحب قیام یونان کے دوران ایتھنز میں مسجد حسن بن علی کا کام کامیابی سے سنبھالا تھا، وہاں قرآن و سنت کی دعوت کو عام کرنے کی سعی مشکور کی، ان کے یہاں آنے کے بعد حافظ اکرم نے ذمہ داری سنبھالی ہے، وہاں حافظ رضوان اپنے ساتھیوں کی مدد سے سرگرم عمل ہیں اور گزر اوقات کے لیے ٹیکسی کا سہارا لے رکھا ہے۔ وہ اقبال کے بقول:

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر

حافظ صاحب نے ضیافت کا بھرپور اہتمام کر رکھا تھا، اس میں مختلف احباب شریک تھے۔ ہمارے پاس وقت مختصر تھا، کھانے سے فارغ ہو کر سیدھے مرکز دار التوحید کے لیے روانہ ہو گئے، وہاں مغرب بعد پروگرام طے تھا، یہاں بڑی تعداد میں مرد و خواتین جمع تھے، نہایت محبت اور اپنائیت کے ساتھ استقبال ہوا، اس مرکز میں ہر بدھ حافظ صاحب درس بخاری دیتے ہیں، اس علاقہ میں توحید و سنت کی شمع فروزاں رکھنے میں دار التوحید کا کردار قابل قدر ہے۔ مساجد اور مراکز میں سلسلہ وار دروس کی بڑی اہمیت ہے، ترتیب کے ساتھ کئی کتابیں پڑھی، پڑھائی اور سنی سنائی جا سکتی ہیں۔ سیکھنے سکھانے کا یہ بہترین اسلوب ہے، ان حلقات کی افادیت بڑھانے کے لئے انتخاب کتب پر نظر ہونی چاہیے۔ شرکاء کی اکثریت کی علمی صلاحیت اور ماحول کے تقاضے پیش نظر رکھتے ہوئے کتابیں منتخب کی جائیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے خطاب کے بعد نصف گھنٹہ سوالات ہوتے رہے، زیادہ تر سوالات یہاں کے تمدنی اور معاشی حالات سے متعلق تھے۔

یورپ میں نو واردوں کی اکثریت ان مسائل سے دوچار ہے، وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی تعداد کم اور ان کی تاریخ زیادہ قدیم نہیں، ان ممالک میں یہ مسائل زیادہ پیچیدہ ہیں، اس جلتی پر مفاد پرست لیڈر وقتاً فوقتاً حسب مفاد تیل ڈالتے رہتے ہیں، گویا ان کے مسائل کا بڑا سبب مسلمان، اسلامی مراکز اور دینی شعائر ہیں، چونکہ ان باتوں میں عوام کو اپنے جذبات کی تسکین دکھائی دیتی ہے، اس لیے انہیں پذیرائی بھی ملتی ہے اور میڈیا کو بھی ان مسائل کی آڑ میں اپنا گراف بڑھتا دکھائی دیتا ہے، فن لینڈ کا ماحول ان کثافتوں سے پاک قدرے پر سکون تھا لیکن بر سر اقتدار پارٹی کی مسلمانوں کے خلاف جگالی اچھی علامت نہیں، یہاں کی وزیر اعظم صاحبہ کی نظر میں خواتین کا حجاب بہت کھٹک رہا ہے۔ اپنے پیش رو ملک فرانس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہ بھی حجاب پر پابندی کی خواہاں ہیں، اس کے لیے ان کا پہلا ہدف سیکنڈری اسکولوں میں زیر تعلیم بچیوں کا لباس ہے۔ اس مقصد میں بظاہر آسانی سے انہیں کامیابی ملنے کا امکان ہے، حالانکہ یہاں آباد دو لاکھ مسلمانوں میں نصف سے کم اپنی فیمیلیز کے ساتھ مقیم ہیں، ان کی کتنی لڑکیاں سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم ہوں گی، اندازہ لگایا جا سکتا ہے، صرف سیاسی مفاد پرستی کی غرض سے ایشو بنایا جا رہا ہے، ملکی معاشی حالت پہلے مناسب تھی، عوام کے لیے بینیفٹ کا نظام بہتر تھا، پڑوسی ملک یوکرین کی روس کے خلاف جاری جنگ میں شمولیت کے باعث بیشتر یورپی ممالک پر برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں، فن لینڈ روس اور یوکرین کی سرحد کے قریب ہے، اس لحاظ سے اس پر منفی اثرات زیادہ مرتب ہو رہے ہیں اور ان کی معاشی خوشحالی جنگ کے دھویں میں جھلس رہی ہے۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت کی معاشی حالت متوسط سے کم ہے، ان کے سامنے محدود وسائل معاش ہیں، ٹیکسی، ہوم ڈیلیوری، شیلفنگ وغیرہ، معدودے چند آئی ٹی یا پروفیشنل شعبوں سے منسلک ہیں، سیاسی لحاظ سے دو چار نام دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی دینی، تمدنی حالت برطانیہ سے بہت پیچھے ہے، برٹش پارلیمنٹ اور مرکزی وزارتوں میں کئی مسلم نام جو دکھائی دیتے ہیں، یورپ کے بیشتر ممالک میں اس کا امکان فی الحال دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ اکثر علاقوں میں مقامی

کو نسلوں تک بھی ان کی رسائی نہیں، مرکزی پارلیمنٹ اور وزارتوں کا حصول تو ان کے لیے ایک خواب کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہاں مساجد کو عموماً مرکز کا نام دیا جاتا ہے، کیونکہ مسجد کی حیثیت سے رجسٹریشن ممکن نہیں، ہیل سینکی میں بیس، پچیس مراکز ہیں، ان میں چھ سات خریدے گئے ہیں، باقی کرایہ پر حاصل کئے گئے، کسی عمارت کی ایک یا دو منزلیں لی گئی ہیں، باقی عمارت میں دیگر کرایہ دار مقیم ہیں، اسی لیے اکثر مراکز نمازوں کے بعد مقفل رہتے ہیں۔ مستقل آنے والے چند نمازیوں کے پاس چابی ہوتی ہے، وہی کھول سکتے ہیں، تاخیر سے آنے والے یا اجنبی شخص کے لیے مسجد میں داخل ہونے کا امکان نہیں۔ ایک دو مراکز کے علاوہ کسی میں باقاعدہ امام مقرر نہیں، حاضر نمازیوں میں سے کوئی ایک حسب لیاقت یہ ذمہ داری انجام دیتا ہے۔ بعض مراکز میں بچوں کی تعلیم کا نظم ہے، خصوصاً ویک اینڈ میں طلبہ کے ذریعہ حاصل ہونے والی فیس سے مدرسین کیلئے کچھ محنتانہ دیا جاتا ہے، اولیاء امور کے لیے یہ فوری توجہ طلب مسئلہ ہے کہ اپنی اولاد کو دین سے قریب لانے کے لیے ان کی دینی تعلیم کا معقول انتظام ہو، ورنہ الحاد اور بے دینی کے جراثیم تیزی سے ان میں سرایت کر سکتے ہیں۔

احباب نے بتایا کہ قطر کی جانب سے باقاعدہ مسجد اور کلچر سنٹر کی تعمیر کیلئے جگہ خریدی گئی، اس منصوبہ پر کام ہو رہا تھا، لیکن پلاننگ پرمیشن کی راہ میں بڑی رکاوٹ وہاں موجود شیعہ کمیونٹی کے افراد بنے، ان کی مخالفت کے سبب یہ اہم منصوبہ کھٹائی میں پڑ گیا،

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ذبیحہ اور حلال گوشت کا مسئلہ پیچیدہ تر ہے، قرب وجوار کے ممالک سے درآمد ہوتا ہے، تازہ حلال میٹ کا حصول مشکل ہے، مذبح خانوں میں بجلی کے جھٹکے کے بغیر ذبح کرنے کی اجازت نہیں۔ بعض مسلمانوں کے ہاں یہ کلیہ رائج ہے کہ جس جانور کا گوشت حلال ہے، بکری، گائے، مرغی وغیرہ وہ ہر حالت میں حلال ہی رہتا ہے، چاہے ذبح کوئی بھی کرے اور کسی طرح کرے، لہٰذا اس مسئلہ میں پریشان ہوئے بغیر بسم اللہ پڑھ کر کھالیا کرو۔

اس کو عرف عام میں 'کل حلال' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، لیکن ہندوپاک اور صومالی مسلمان اس فلسفہ کو قبول نہیں کرتے، وہ گوشت خوری میں زیادہ محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں۔

اس دورہ میں ہمارا پڑاو بھائی عطاء اللہ کے گھر تھا، ہماری آمد کے سبب فیملی کو اپنے بھائی کے گھر جو اسی محلہ میں مقیم ہیں بھیج دیا، یوں ان کی رہائش گاہ پر تین دن مردانہ قبضہ رہا، ان کے برادر خورد نجیب اللہ اور اضافی مہمان حسب ضرورت یہیں فروکش ہوتے رہے، یہاں ہمہ یاران جنت کا ماحول تھا، فجر کی نماز چند سو گز کے فاصلہ پر واقع مسجد تقویٰ میں ادا ہوتی رہی، پڑوس کی اس مسجد میں پانچ نمازیں پابندی سے ہوتی ہیں۔ صومالی کمیونٹی اس کی دیکھ بھال کرتی ہے، یہاں بھی مستقل امام نہیں، حاضر نمازیوں میں سے کوئی یہ ذمہ داری سنبھالتا ہے۔

دوسرے دن جمعرات نماز فجر کے بعد کچھ دیر مزید آرام کرکے ناشتہ سے فارغ ہو کر شہر کی وزٹ کیلئے نکل پڑے، میزبان بھائی عطاء اللہ خود ٹیکسی ڈرائیور ہیں، کم وقت میں زیادہ اہم علاقوں کی سیر کرواتے رہے۔ شہر کے مرکزی علاقہ میں لوگوں کی چہل پہل دکھائی دے رہی تھی، ورنہ ایک محلہ سے دوسرے محلہ جاتے ہوئے دور دور تک راہ گیر دکھائی نہیں دیتے، سڑکوں پر فراٹے بھرتی کاریں ہی زندگی کا پتہ دیتی ہیں۔ شہر کے وسط میں پارلیمینٹ اور مرکزی لائبریری ہے، لائبریری کی عمارت بجائے خود قابل دید اور انجینئرنگ کا عمدہ نمونہ ہے، فن لینڈ میں تعلیمی شعبوں میں بہت خرچ کیا جاتا ہے، ان کا تعلیمی نظام دنیا کا اعلیٰ اور کامیاب سسٹم شمار ہوتا ہے۔ پرائمری درجات کے طلبہ صبح آٹھ بجے سے شام کے پانچ تک اسکول میں گزارتے ہیں، دوپہر لنچ کے بعد بچوں کے لیے سکول ہی میں قیلولہ کا بندوبست ہوتا ہے۔

ظہر سے قبل ایک مقامی ریسٹورنٹ میں جو پاکستانی مسلمان کا ہے، استقبالیہ پروگرام رکھا گیا، مختلف علاقوں میں پھیلے احباب جمع تھے۔ ایسی مجالس باہمی ملاقاتوں اور تبادلہ خیالات کا ذریعہ ہوتی ہیں، یہاں ملاقات اور لذت کام و دہن کا انتظام تھا، فن لینڈ میں عموماً مرکزی کھانا دوپہر کا ہوتا ہے، عرب ممالک کی طرح مقامی لوگوں کے ہاں لنچ کی زیادہ اہمیت ہے، ساڑھے گیارہ، بارہ بجے لنچ ہوتا ہے۔ سرکاری مدارس اور دفاتر میں بھی کھانے کے یہی اوقات ہیں، اسی وقت ریسٹورنٹ بوفے لگاتے ہیں، ناشتہ مختصر چائے یا کافی کی پیالی ایک دو بسکٹ کے ساتھ ہوتا ہے اور شام کا کھانا بھی ہلکا پھلکا کا سر شام ہو جاتا ہے، رات دیر گئے کھانے کا رواج نہیں۔

میں کم وقت میں زیادہ مقامات اور مراکز کی وزٹ کرنا چاہتا تھا، یہاں سے فارغ ہو کر ہم نماز ظہر کے لیے مرکز ہیل سینکی الاسلامی پہنچے، یہ اس شہر کا بڑا مرکز ہے، ڈیڑھ منزلہ عمارت میں واقع ہے، پہلے یہ جگہ کرایہ پر حاصل کی گئی تھی، اب خرید لی گئی۔ پہلی منزل مردوں کے لیے اور دوسری خواتین کے لیے مختص ہے، نماز پنجگانہ کے علاوہ خطبات، دروس وغیرہ کا اہتمام ہوتا ہے، بچوں کے لیے تعلیمی کلاسیں خصوصاً حفظ کا شعبہ قائم ہے، اس کے عہدیدار صومالی ہیں۔ ہم نے یہاں نماز ظہر ادا کی۔

عصر کی نماز مرکز الرابطۃ الاسلامیہ میں ادا کرنے کا

پروگرام تھا، درمیانی وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جزیرہ سومین لینا Suomin Linna کے لئے روانہ ہوئے، یہ دراصل محاذ تھا فن لینڈ کی فوج کا جنہوں نے اپنے علاقہ کے دفاع کے لیے اس مورچہ کا استعمال کیا تھا، یہاں تک پہنچنے کا ذریعہ کشتی ہے، اس پار فوجی جوانوں کی یاد میں میوزیم بنایا گیا ہے، اکثر سیاح سمندری سفر سے لطف اندوز ہونے کے لیے اس کا رخ کرتے ہیں، رفیق سفر برادرم عبد اللہ نے بتایا کہ یہاں کی کافی بہت مشہور ہے، اس ارادۂ خیر سے لطف اندوز ہونے کے لیے ہم بھی پہنچے، لیکن جب پہنچے دوکانیں بند ہونے کا وقت ہو چکا تھا، اوقات کار پر سختی سے یہاں عمل کیا جاتا ہے اسی کے مطابق بازار بند ہو جاتے ہیں، ہماری تواضع گرم کافی کے بجائے ٹھنڈی آئس کریم سے ہوئی۔ ویسے بھی ہیل سینکی میں آج سورج کی شعاعیں چمک رہی تھیں، یہ مواقع کم ہی میسر آتے ہیں کہ دن میں سورج چمکے، سورج کی تمازت نہ سہی روشنی تو تھی، لہذا آئسکریم کھانے کے لیے وجہ جواز تھا، اس علاقہ میں کشتیوں کی آمدورفت سیاحوں کے لئیے باعث کشش اور آمدنی کا معقول ذریعہ بھی ہے، اس ہلکی پھلکی تفریح کے بعد جب واپس پہنچے، نماز عصر کا وقت ہو چلا تھا، سیدھے مرکز الرابطۃ پہنچے، یہ یہاں کا قدیم مرکز ہے، 1987ء میں آباد کیا گیا، ایک منزل میں واقع اس مرکز کی خریداری میں سعودی محسنین کا تعاون شامل رہا، بتایا گیا کہ یہاں کے امام کے لیے بھی ابتداء میں کچھ مالی تعاون مکافات آتا رہا،

استقبالیہ میں کچھ فارم رکھے ہوئے تھے، تجہیز و تکفین و تدفین کے لیے، جو شخصی وصیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فارم پر کرنے سے ناگہانی وفات کے بعد کے مسائل اسلامی تعلیمات کے مطابق حل ہو سکتے ہیں، چونکہ مسلم آبادی مختصر ہے اس لیے اس کی ضرورت پیش آتی ہے، یہاں کوئی ذمہ دار موجود نہیں تھے، دفتر میں جو صاحب تھے ان کے ساتھ مختلف زبانوں کے سہارے کچھ معلومات حاصل ہوئیں، ان کی کیفیت "زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم" جیسی تھی۔

نماز مغرب ہمیں دار المنتہیٰ میں ادا کرنی تھی۔ اس مرکز کا نام سدرۃ المنتہیٰ کے بجائے دار المنتہیٰ رکھا گیا اس کی حکمت منتظمین جانے، یہاں مغرب بعد خطاب رکھا گیا تھا۔ اس مرکز کی دیکھ ریکھ میں برادران رضوان اور عطاء اللہ سرگرم تھے، شروع میں، بعد میں حالات کا تقاضا کچھ ایسے ہوا کہ مختلف احباب نے ذمہ داری میں زیادہ دلچسپی لی، آج کے خطاب میں والدین اور اولاد کے حوالہ سے کچھ باتیں کی گئیں کہ ایک دوسرے کے حقوق اور ذمہ داریاں کیا ہیں۔ والدین اولاد کے لیے جنت یا جہنم میں لے جانے کا سبب بن سکتے ہیں اولاد کے لیئے اکبر الہ آبادی کے اشعار منظوم نصیحت اہم ہے۔

تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پے جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

خطاب اور سوالات کی نشست نماز عشاء تک جاری رہی، عشائیہ کے لیے بھائی عطاء نے برادرم غلام اللہ کے گھر مختلف احباب کو مدعو کر رکھا تھا، اس میں اور مختلف اجتماعات میں ایک موضوع بچوں کی تعلیم وتربیت کے حوالہ سے زیادہ گردش کرتا رہا۔ جو لوگ کسب معاش اور بہتر مستقبل کی جستجو میں یہاں تک پہنچے اب انہیں اپنے بچوں کی دینی مستقبل کی فکر بے چین کر رہی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ عارضی زندگی کو سنوارنے کی چکر میں دائمی زندگی کا خسارہ ہو جائے، اور ہمارا شمار قرآنی الفاظ میں:

﴿ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا 0 وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ میں نہ ہو کہ تم آخرت کی بہتر اور پائیدار زندگی کے مقابلہ میں دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔

حافظ رضوان کے کزن برادرم حامد جو فرانس میں مقیم ہیں بھی ہمارے ساتھ تین دن کے لیے قافلہ میں شامل ہو گئے تھے۔

انہوں نے اپنی ذاتی داستان سنائی کہ پاکستان سے نکل کر پرتگال کے راستہ فرانس تک پہنچنے کی دس سال خونچکاں روئیداد کہ کن سنگلاخ وادیوں، پُرخطر جنگلات اور تلاطم خیز سمندری موجوں سے کھیلتے ہوئے وہ یہاں تک پہنچے، یہ ایک دو افراد کی المناک کہانی نہیں بلکہ دراصل ترجمانی ہے۔

لاکھوں انسانوں کی جو بہتر مستقبل کے لیے جان جوکھم میں ڈال کر مغربی یورپ تک پہنچے اور سینکڑوں اپنی منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، کچھ سمندر میں ڈوب کر، کچھ خوفناک جنگلات پیادہ عبور کرتے ہوئے لقمہ اجل بن گئے۔

اس عارضی زندگی کی خوشحالی کے لیے انسان اتنے جتن کرتا ہے، اگر دائمی زندگی کی بہتری کے لیے اس کا ادنی اہتمام بھی کرے تو کیا ہی اچھا ہو۔

جمعہ کے دن ناشتہ کے بعد تیاری میں لگ گئے، خطبہ جمعہ کے لیئے دار التوحید پہنچنا تھا، یہاں سے فاصلہ تو زیادہ تھا لیکن راستہ میں ٹریفک نہ ہونے کے سبب 20، 25 منٹ میں ہم پہنچ گئے، گھر سے مرکز تک کا راستہ نہایت صاف ستھرا، دورویہ سبزہ زار اور سرسبز وشاداب درختوں سے خاصا دلکش تھا۔ جمعہ کے لیے معقول تعداد میں مرد و خواتین جمع تھے، یہاں مساجد تک کا فاصلہ اور ورکنگ ڈے ہونے کے سبب نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے پیشگی اہتمام کرنا ہوتا ہے ورنہ جمعہ سے محرومی ہوگی۔

خطبہ کے لئے احباب کی خواہش پر سیرت رسول ﷺ موضوع سخن رہا، نماز کے بعد کچھ دیر شخصی سوالات کے لیے مختص تھی؟ یہاں سے فارغ ہو کر مصالحہ شاپ پہنچے، اس کے مالک برادر آصف نے ظہرانہ کا اپنی اس ریسٹورنٹ میں اہتمام کر رکھا تھا۔ آصف صاحب کا خاندان اردو اور پنجابی کا حسین امتزاج ہے۔ ددھیال پنجابی اور ننھیال اردو بولنے والوں پر مشتمل ہے۔

کھانے میں میری پسند دریافت کرتے رہے، اس مسئلہ میں سادگی پسند ہوں۔ بلکہ ہمارے میزبان عطاء اللہ صاحب کی اہلیہ تینوں دن روایتی ناشتہ پراٹھے، نہاری وغیرہ تیار کرنے پر مصر رہیں۔ لیکن اس کے لیے میری طرف سے ہاں نہیں ہو سکی۔ یوں نہ میزبان کو اضافی محنت اور نہ ہی مہمان کو ثقیل غذاؤں کی وجہ سے ناگہانی مصیبت۔

ظہرانہ سے فارغ ہو کر کچھ دور نکل گئے، تقریباً چالیس میل کا فاصلہ طے کر کے ہم پوروPORVOO پہنچے، یہ علاقے سوویت یونین رشیا کے تابع رہے ہیں۔ بود و باش میں آثار نمایاں ہیں، یہاں سمندر کو پارٹ کر نہریں نکالی گئیں ہیں، اس سے علاقہ کی دلکشی میں مزید اضافہ ہو گیا، ساحل پر ریسٹورنٹ کی کثرت سیاحوں کی آمدورفت کا پتہ دیتی ہے۔

واپسی پر ساتھی نماز عصر کے لیے بے چین ہو رہے تھے۔ مسٹر گوگل کے نقشہ کی مدد سے ایک مرکز کا سراغ ملا، خاصا فاصلہ طے کر کے جب وہاں پہنچے تو مرکز بند تھا، قریبی دوکان سے پتہ کیا گیا کہ شاید چابی وہاں سے مل جائے، ترکی نژاد صاحب دوکان نے پہلو تہی سے کام لیتے ہوئے لاتعلقی کا اظہار کیا، میں نے رفقاء کی پشانی کو دور کرتے ہوئے کہا کہ اس الجھن کی قطعاً ضرورت نہیں ، حدیث ہمارے لئے یسر اور سہولت فراہم کر رہی ہے۔

«جعلت لي الأرض طهورا ومسجدا»

زمین پاک وصاف اور سجدہ گاہ ہے، کسی کنارہ گاڑی کھڑی کر کے یہ فریضہ باآسانی انجام دیا جا سکتا ہے، لب سڑک ہم نے یہ فریضہ انجام دیا کہ

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

واپسی پر سورج بادلوں کی اوٹ میں چھپ رہا تھا، ایک قدیم چرچ PORVOO CATHEDRAL پوروکیتھڈرل کی عمارت کا جو بارہ سو سالہ تاریخ کی داستان عروج و زوال اپنے درو دیوار میں چھپائے رکھتی تھی، اس کے دیدار کے لیے رکے، مشاہدہ کیا کہ نصرانیت کی تاریخ یہاں کتنی قدیم ہے جو کہ اب ایک کلچر کا حصہ بن چکی ہے، اس وقت آبادی کی اکثریت ملحدانہ نظریات رکھتی ہے، اس معاشرہ میں شراب اور جنسی بے راہ روی بہت عام ہے، ہمارے ساتھ پیش آیا ایک واقعہ جو اسی قدیم اور تاریخی چرچ کے دامن میں پیش آیا، اس سے ان کے دینی نظریات یا وابستگی کو سمجھا جا سکتا ہے۔

رفقاء سفر ڈوبتے سورج کے دلکش نظارہ سے کافی کی چسکیوں کے ساتھ محظوظ ہونا چاہتے تھے، ہم سب ہی جمعہ کی مناسبت سے لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، اس دور افتادہ علاقہ کے باشندوں کی اکثریت ہمارے اس حلیہ سے غالباً زیادہ مانوس نہیں تھی، جس انداز سے وہ ہمیں گھورنے لگے، ان تعاقب کرنے والی اجنبی نگاہوں میں ایک شناسا بھی نکل آیا، ابھی ہم گوشۂ عافیت تلاش کر کے بیٹھے ہی تھے کہ ایک مقامی گورا چٹا فینی باشندہ ہاتھ میں آب نشاط انگیز کا پیالہ تھامے ہم سے قریب ہو کر بیٹھ گیا، ہم نے سوچا کہ شاید پیالہ کا نشاستہ زیادہ اثر کر گیا، لیکن اس نے جب گفتگو شروع کی تو اندازہ ہوا کہ بڑی حد تک ہوش وحواس قابو میں ہیں، وہ ایک عرصہ پاکستان میں سفارت کاری کرتا رہا ہے، مختلف شہروں کے نام روانی سے بول رہا تھا، ہمارے چہرے مہرے نے اسے ہم سے قریب کر دیا تھا، ہاتھ میں تھامے پیالہ کے متعلق ہم نے گفتگو کی کہ شراب کے نقصانات کیا ہیں، ہماری باتوں سے اتفاق کرتے ہوئے اس نے تائید کی کہ واقعی یہ ام الخبائث ہے لیکن یہ فن لینڈ کی صدیوں پرانی تہذیب کا لازمی حصہ ہے، اسے زندگی سے دور کرنا مشکل دکھائی دیتا ہے۔ اس کلچر کو فروغ دینے میں خود ہمارے کنیسا کا کردار ہے۔ ہم جب بھی چرچ جاتے ہیں، مخصوص عبادت کے بعد خود پادری ہی اس کے چند گھونٹ حلق میں انڈیلتا ہے ،اب تو چرچ کا رخ ہم صرف خاص موقعوں ہی پر کرتے ہیں ۔ وغیرہ وغیرہ، پھر اس نے پیالہ دوسری میز پر رکھتے ہوئے ایسے کچھ انکشافات کئے کہ احباب قافلہ سرنگوں سے ہو گئے ، کہا کہ میں نے ایک سفارت کار کی حیثیت سے

اسلام آباد میں مدت گزاری، وہاں کے متمول لوگوں میں جس انداز سے شراب نوشی ہوتی ہے ، وہ ہمیں بھی حیران کرتی تھی۔ انتہائی تیز شراب وہ ایسے اپنے اندر اتارتے ہیں ، جیسے کوئی پیاسا ٹھنڈا پانی اپنے حلق میں انڈیلتا ہے۔ سفارت کاروں کے لیے ہر قسم کی شراب دستیاب ہے لیکن ہمارے نام یا صحبت سے کئی مقامی لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں، نیز مختلف ممنوعہ چیزیں بھی وافر مقدار میں میسر ہیں، وہاں کی بعض گلی محلوں کے نام اپنے فینی لہجہ میں بتاتا رہا کہ کہاں کیا ہوتا ہے۔

ہم نے بتایا کہ کسی چیز کی خرابی کو ملک اور شخصیات کے ساتھ وابستہ کر کے نہیں بلکہ حقائق کے تناظر میں دیکھنا چاہیے، کیونکہ اسلامی تعلیمات کسی خاص فرد یا معاشرہ کے لیے نہیں بلکہ یہ دین رحمت ہے، ساری انسانیت کے لئے، اس دوران مقامی لوگ جو ہمیں اجنبی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کچھ مانوس ہو چلے

تھے ، ان کا نمائندہ ہمارے ساتھ جو محو گفتگو تھا، مصروف دن گزار کر ہم اپنے ٹھکانہ لوٹے اور جلد ہی بستروں پر دراز ہوگئے۔

ہفتہ کا دن خالی تھا، پروگرام مغرب بعد تھا، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے استونیا کا سفر ہم نے کیا۔ یہ خود مختار پڑوسی ملک ہے۔

اس سے متصل چند اور بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں، جو روس سے آزاد ہوئی ہیں، وہاں تک پہنچنے کے لیے ہیل سینکی سے بحری راستہ عبور کرنا ہوتا ہے۔ یومیہ سینکڑوں لوگوں کی آمدورفت رہتی ہے، لیبر پیشہ صبح ہیل سینکی پہنچ کر کام کاج کرکے شام واپس ہوتے ہیں، اپنی کار کے ساتھ ہم صبح سویرے بارڈر پر پہنچے، پاسپورٹ کی تفتیش ہوئی پھر قطار میں لگ گئے آٹھ منزلہ بحری جہاز فیری کنارہ پر لنگر انداز ہوتے ہی کچھ ہی دیر میں گاڑیاں فیری کی نچلی دو منزلوں میں لائن سے کھڑی کر دی گئیں، جیسے کار پارک میں کی جاتی ہیں، مسافروں کے لیے بالائی چھ منزلیں تھیں، اس میں مختلف ریسٹورنٹ وغیرہ کی سہولت تھی ، کچھ لوگ چھت عرشہ پر پہنچ کر سمندر میں رواں دواں کشتیوں کا مشاہدہ کرتے رہے اور ہم نے بھائی عطا کی گرم چائے سے لب سوزی، وہ اپنے ساتھ تھرموس رکھے ہوئے تھے، دو گھنٹے بعد ہم استونیا پہنچ چکے تھے۔

ساتھیوں نے بتایا کہ فن لینڈ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا مسئلہ دشوار ہے۔ اگر چہ کہ گوشت کی دوکانیں یہ خدمت انجام دینے کا دعویٰ کرتی ہیں لیکن بوجوہ ان کی یہ پیشکش شک وشبہ سے خالی نہیں، اس لیے کچھ زندہ دلان نے اس علاقہ کو دریافت کیا، وہ نماز عید کے بعد فیری کے ذریعہ یہاں پہنچ کر سنت ابراہیمی ادا کر کے تازہ گوشت اپنے ساتھ لے جایا کرتے لیکن یہ طریقہ دشوار اور خطرہ سے خالی نہیں تھا، کیونکہ گوشت کی منتقلی کے لیے کچھ قوانین ہیں، نیز ذبح کرنے کا دیسی طریقہ اختیار کیا جاتا جو کہ خطرہ سے خالی نہیں تھا، لہٰذا اب اکثر احباب قربانی کے لیے کسی دوسرے ملک وکیل مقرر کر کے رقم بھیج دیتے ہیں، یہاں پہنچ کر سیدھے ہم ملک کی اکلوتی مسجد مرکز الثقافۃ الاسلامیہ پہنچے، یہاں بھی مسجد کی حیثیت سے رجسٹریشن ممکن نہیں، مرکز ہی کی حیثیت سے اس کو رجسٹرڈ کروایا گیا ہے، یہ تین منزلہ عمارت خرید لی گئی ہے، اس میں نمازوں کے علاوہ خطبات اور دروس کا اہتمام ہوتا ہے، ظہر اور عصر ادا کی، ایک ذمہ دار نے بتایا کہ استونیا کی آبادی تقریباً چودہ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے، اس میں مسلمانوں کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ ہوگی ، ترکی، صومالی، عربی اور پاکستانی پس منظر سے ان کا تعلق ہے، مجموعی طور پر پاکستانی پانچ چھ سو سے زیادہ نہیں، مرکز کے امام ترکی ہیں ،روسی زبان میں خطبہ اور درس وغیرہ دیتے ہیں۔ اس علاقہ پر بھی روسی چھاپ نمایاں ہے۔

ان ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کو سرکاری حیثیت سے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس دور افتادہ علاقہ پردیس میں ہمارے لیے حلال ریسٹورنٹ کی سہولت میسر تھی ،الحمدللہ۔

ہم نے کھانے کا آرڈر بذریعہ فون بک کروایا تاکہ واپسی میں جہاز کے عرشہ پر اس کا حق ادا کیا جاسکے، شہر کے مختلف علاقوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے کھانے کے پارسل کے ساتھ واپسی کے لئے قطار میں لگ چکے تھے، ہمیں مغرب میں طے شدہ پروگرام کے لیے پہنچنا تھا۔ ہم مغرب سے پندرہ منٹ پہلے اولاری مرکز پہنچ گئے، اس علاقہ میں نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ اور پروفیشنل مسلمان ہیں ۔

مرکز کے روح رواں ڈاکٹر ذیشان نے سرگرمیوں پر روشنی ڈالی، دینی تعلیم کی ضرورت اور طریقۂ کار پر میرا خطاب ہوا، نماز عشاء تک سوالات کا سلسلہ جاری رہا۔

امامت حافظ اسامہ ملیباری نے کی، ان کے والدین کا کیرالہ سے تعلق ہے، یہ خود ایک عرصہ قطر میں رہے۔ وہیں حفظ قرآن مکمل کیا ، اس وقت یہاں یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں ۔

اتوار کی صبح ہماری واپسی تھی، رفقاء قافلہ حافظ رضوان، برادران عبد اللہ، نجیب اللہ نے ہمارے ہی ٹھکانہ پر رات بسر کی تاکہ ایرپورٹ پہنچنے میں تاخیر نہ ہو، نماز فجر کے بعد ہلکا سا ناشتہ کر کے صبح تڑکے ہم ایئرپورٹ پہنچے، محبتوں اور حسین یادوں کی سوغات لیے احباب کے ساتھ معانقہ کر کے الوداعی نظر ڈالتے ہوئے آگے بڑھا، کسی خونی یا علاقائی تعلق کے بغیر اخوت اسلامی کا رشتہ کتنا گہرا اثر ڈالتا ہے، تیزی کے ساتھ تفتیش کے مراحل مکمل کرتے ہوئے KLM کی پرواز سے ایمسٹرڈام کے لیے روانہ ہوا، یہاں امیگریشن کے مراحل سے فارغ ہو کر برمنگھم کے لیے مطلوبہ گیٹ پر پہنچا، کچھ دیر بعد غیر متوقع اعلان ہوا کہ برمنگھم کی پرواز تکنیکی خرابی کے سبب کینسل کر دی گئی ہے، اگلے مرحلہ کے لیے KLM کے کاؤنٹر سے رجوع کیا جائے، ہم کاؤنٹر پر پہنچے۔ یہاں موجود عملہ کے ارکان زیادہ معاون ثابت نہ ہوئے۔

محسوس ہوتا تھا کہ ان کی کوشش ہے کہ متاثرہ مسافر اس ایئرپورٹ سے کسی طرح روانہ ہو جائیں، شاید ہوٹل یا دیگر اضافی اخراجات کے بوجھ سے ایرلائن کو بچانا چاہتے تھے۔ میرے لیے بطور متبادل فرینکفرٹ جرمنی سے برمنگھم کی پرواز طے کی گئی ، اس کے مطابق جب مطلوبہ گیٹ پر پہنچا، معلوم ہوا کہ اس وقت فرینکفرٹ کے لیے کوئی پرواز نہیں تھی۔ پھر طویل فاصلہ طے کر کے دوبارہ کاؤنٹر پر گیا ،عملہ کی

لاپرواہی کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا۔

انہوں نے نیاراستہ ڈو سیلڈو سے تلاشا، یوں کاؤنٹر اور مطلوبہ گیٹ کے درمیان تین بڑے چکر کاٹ کر ہم جرمنی کی پرواز پر سوار ہوئے، ڈوسیلڈو ہوائی اڈہ لاؤنج میں ظہر اور عصر ادا کی جو کہ پروگرام کے مطابق گھر پہنچ کر ادا کرنا تھی۔ آدمی کا پلان کچھ ہوتا ہے اور مشیت الٰہی کے تقاضے کچھ۔ ﴿واللہ غالب علی أمرہ﴾ جرمنی میں پانچ گھنٹے گزار کر برمنگھم کی پرواز میں سوار ہوا، بلاشبہ یہ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق:

«السفر قطعة من العذاب» (صحیح بخاری: 1804)

اس برق رفتار ترقی اور سہولتوں کی کثرت کے باوجود سفری دشواریاں اور اس کے امکانات باقی رہتے ہیں، یوں رات دیر گئے اپنے گھر بسلامت پہنچا۔ وللہ الحمد

☆☆☆

عالم جلیل مفتی مملکت سعودی عرب کی وفات

23/ستمبر 2025ء بروز منگل کی صبح عالم اسلام کی ممتاز شخصیت، مفتی عام سعودی عرب علامہ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل الشیخ 82/برس کی عمر پاکر وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اللہ عز وجل بشری لغزشوں سے درگزر کا معاملہ فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔

شیخ محترم 1943ء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، مشاہیر علماء سے علم حاصل کیا، تدریس و تعلیم کے شعبوں میں ترقی کرتے ہوئے کلیۃ الشریعۃ میں استاذ مقرر ہوئے۔

ایم فل، پی ایچ ڈی کے مقالات کے نگراں اور مناقشہ کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے مختلف طلبہ کے علمی مقالات کا مناقشہ کرتے رہے، امام حرم ڈاکٹر شیخ سعود بن ابراہیم الشریم کے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے مناقش بھی تھے، جو فقہ اسلامی کے شعبہ میں یہ معرکۃ الآراء مقالہ تھا۔

پھر بتدریج مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے ہوئے مشہور عالم ربانی علامہ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ کی وفات کے بعد سعودی عرب کے مفتی عام مقرر ہوئے، سعودی عرب میں اس عہدہ اور منصب کی سرکاری اور عوامی سطح پر بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔

دنیا کی مشہور غیر سرکاری تنظیم رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے صدر بنائے گئے، سپریم کونسل آف علماء کے چیئرمین بھی تھے۔

برسہابرس خطیب حج کی حیثیت سے میدان عرفات مسجد نمرہ میں خطبہ حج ارشاد فرماتے رہے، جس کا ترجمہ دنیا کی متعدد زبانوں میں ہوتا اور لاکھوں حجاج براہ راست اور کروڑوں ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سنتے رہے۔

ادارہ صراط مستقیم اور ارکان مرکزی جمعیت اہلحدث غم کی اس گھڑی میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین

☆☆☆

خیر غالب ہوتو!

مرد حق وہ ہے جو پیغام عمل دیتا ہے
خود بدلتا نہیں دُنیا کو بدل دیتا ہے
جو بھی اللہ نے بخشا ہے اُسی کو دیدو
آج کچھ ہم سے جو لیتا ہے وہ کل دیتا ہے
غلبۂ شر اسی باعث ہے کہ مغلوب ہے خیر
خیر غالب ہو تو شر دہر سے چل دیتا ہے
راہ کے کانٹے ہٹانا نہیں آسان مگر
کتنا بے درد ہے کلیوں کو مسل دیتا ہے
آستیں میں جو کوئی سانپ چھپا رہتا ہے
دوست کے روپ میں وہ زہر اگل دیتا ہے
جب خدا کا کوئی ہو جائے تو پھر اس کو خدا
بحروبر، شمس و قمر، دشت و جبل، دیتا ہے
خیر خواہی کرو دشمن سے بھی مانند شجر
کوئی پتھر اُسے مارے تو وہ پھل دیتا ہے
صرف گفتار سے حاصل نہیں ہوتا کچھ بھی
صلۂ خیر فقط حسن عمل دیتا ہے
سر اُٹھائے جو کبھی حق کے مقابل باطل
حق سر باطل مغرور کچل دیتا ہے
مدت العمر کی غفلت سے وہی ہے بہتر
ذکر اور فکر کا اللہ جو پل دیتا ہے
قبر میں کچھ بھی نہ ممتاز کو ہوتی ہے خبر
جب اسے شاہ جہاں تاج محل دیتا ہے
ڈوب کر کہتا ہے جب بھی کوئی شاعر حماد
درد و تاثیر سے لبریز غزل دیتا ہے

ابولبیان حماد عمری رحمہ اللہ

☆☆☆

علماء کی عزت وتکریم کیجیے

امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

"زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد سواری کے لیے ان کے پاس ایک خچر لایا گیا، تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے آ کر اس کی رکاب تھام لی، یہ دیکھ کر زید بن ثابت نے فرمایا:

اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد چھوڑ دیجیے! چھوڑ دیجیے! تو آپ نے فرمایا: علماء و فضلاء اور بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی کیا جانا چاہیے۔"

دوسری روایت میں ہے: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کیا آپ میرے خچر کی رکاب تھامیں گے جبکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں؟ تو آپ نے کہا: ہم علماء کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔"

(الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب: 1/188)

تفسیر القرآن

سورۃ الذاریات: ایک مختصر تعارف

مولانا محمد عبد الحفیظ اسلامی

60 آیات پر مشتمل قرآن حکیم کی یہ 51 ویں سورت "الذاریات" بھی نبی مکرم ﷺ کی (مکی) حیات طیبہ کے اس دور میں نازل شدہ سورت ہے جس کا ذکر گزشتہ کے مضمون میں سورۃ "ق" کے تحت میں آچکا، یعنی یہ سورت بھی اسی زمانے میں نازل ہوئی تھی جس میں سورۃ "ق" نازل ہوئی ہے۔

سورہ ق میں آخرت پر زور دیا تھا اور یہ بتادیا گیا تھا کہ آخرت کا واقع ہونا یقینی ہے۔ مر کر دوبارہ اُٹھایا جانا ،حساب وکتاب کے بارے میں تذکرہ بھی ہوا اور جو لوگ مر کر دوبارہ اُٹھائے جانے کی بات پر تعجب میں پڑے ہوئے تھے ان کی اس غلط فہمی پر پرزور دلائل کے ساتھ جواب دیا گیا۔ اس طرح اس سورت (الذٰریٰت) کا ایک بڑا حصہ بھی آخرت کے موضوع پر مشتمل ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں پر آخرت والی ابدی زندگی پر ارشاد فرمایا وہیں پر اسکے آخری حصہ میں توحید کی دعوت پیش فرمائی۔

سورۃ کا آغاز قسم سے ہوتا ہے، اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرماتے ہوئے متعدد چیزوں کی قسمیں کھاکر یہ بات واضح فرمائی گئی کہ قیامت کی آمد کا جو وعدہ کیا جارہاہے یہ حق ہے اور سچا ہے لہٰذا وہ دن ضرور واقع ہوکر رہے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جہاں پر نیک وبدلوگوں کو ان کے اعمال کے عین مطابق انصاف کے ساتھ جزاء وسزا کا فیصلہ کردیا جائے گا۔ کفار جو منکر قیامت ہیں ان کے پاس کوئی دلیل ہرگز نہیں ہے، یہ تو بس اپنی خام خیالی میں مبتلا ہوکر اپنے میں مگن زندگی گزار رہے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں اور وہ اپنی اس بے اصل باتوں سے اس لئے مطمئن ہیں کہ انھیں عیش و عشرت کا نشہ چڑھا ہوا ہے۔ ان کا یہ نشہ اس وقت اُترے گا، جب موت ان کے سامنے آئے گی اور اس کا تلخ گھونٹ یہ پئیں گے۔ اس وقت آخرت کی فکر نہ کرنے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے کے حصہ میں سوائے حسرت وندامت کے کچھ آنے والا نہیں۔

روز قیامت کو جھٹلانے والے لوگ نبی ﷺ سے مذاق کے طور پر سوال کیا کرتے تھے کہ وہ دن کب آئے گا، اس کے جواب میں یہ فرمایا گیا کہ یہ اس دن ہوگا جب وہ آگ پر تپائے جائیں گے اور اس دن ان سے کہا جائے گا کہ اپنی سزا کا مزہ چکھو، اللہ کے کلام میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ جہاں پر اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے باغی بندوں کا تذکرہ فرماکر ان کی دردناک سزاؤں کا ذکر کرتا ہے وہیں پر ہم کو یہ بھی پڑھنے کو ملتا ہے کہ وہ اپنے فرماں بردار بندوں کے ساتھ کس کس طریقہ سے رحم وکرم وانعام کا معاملہ فرماتا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے اہل ایمان کے کچھ خصوصی اعمال کا تذکرہ فرمایا۔ مثلاً پہلی خوبی یہ ہے کہ یہ لوگ رات کو کم ہی سوتے ہیں اور (راتوں کو اُٹھ کر اللہ سے) مغفرت طلب کرتے ہیں۔

دوسری خاص بات ان میں یہ ہوتی ہے کہ ان کے پاس کوئی سوال کرتا تو اپنے مال میں سے کچھ نہ کچھ ضرور دیتے، (خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے) اور جو لوگ سماج میں کمزور ہیں، ان مستحقین کی امداد کے لئے فکر مند رہا کرتے ہیں۔

پھر آگے آیات 20 تا21 میں کفار کی توجہ تکوینی اور آفاقی دلائل کی طرف مبذول کرائی گئی ہے اور یہ بتایا گیا کہ کائنات کی ہر چیز میں تمہیں قدم قدم پر نشانیاں ملیں گی، اگر تمہاری نظر اتنی رسا نہیں تو خود اپنی ذات پر غور کرو کہ اللہ نے تمہیں کس طرح ایک حقیر قطرہ سے پیدا فرماکر، ایک بے جان قطرۂ آب سے ایک زندہ انسان بناکر تمہیں دنیا میں لایا۔

اس سورۃ میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو اس بات کا اطمینان دلاتے ہیں کہ تمہارا رزق ہمارے ہاتھ میں ہے، بتانا یہ مقصود ہے کہ ہر قسم کی نعمتوں کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔ ہم سے مانگو، ہم تمہاری جھولی بھر دیں گے۔ یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ رزق سے مراد صرف کھانے پینے کا سامان ہی نہیں ہے بلکہ انسان کی بقاء ذہنی وجسمانی اور روحانی نشو ونما کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت انسان کو آن پڑتی ہے اللہ نے ان سب چیزوں کو مہیا فرمادیا۔

سورۃ کی ابتداء میں مختلف چیزوں کی قسم کھائی گئی اور جواب قسم میں حقائق کی طرف انسانوں کو متوجہ کیا گیا تھا پھر دوبارہ آیت 23 میں اللہ عزوجل خود اپنی ذاتِ والاصفات کی قسم اُٹھاکر فرماتے ہیں کہ:

﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّـهٗ لَحَقٌّ﴾

"پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی یہ حق ہے، یعنی یوم جزاء حق ہے وہ ضرور آئیگا۔" (جسکی طرف یہ قرآن تمیں متوجہ کررہاہے)

اب آگے کی آیات کریمہ میں قانون مکافات کی سچائی کو ثابت کرنے کیلئے دلائل پیش فرمائے گئے جو تاریخی حیثیت سے اہمیت کے حامل ہیں۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ کو بڑھاپے میں ایک فرزند ارجمند

کی ولادت کی خوشخبری دی گئی ، اس طرح اللہ نے اپنے قادر مطلق ہونے کا اظہار فرمایا، پھر آگے چند ایسی بدبخت قوموں کا تذکرہ کیا گیا جو فسق و فجور میں مبتلا رہیں اور ان کا سب سے بڑا جرم یہ کہ اُنھوں نے اپنے حقیقی ہمدرد (انبیاء علیہم السلام) کی دعوت کو ٹھکراتی رہیں ان کا جو انجام بد ہوا وہ سب کیلئے درس عبرت ہے۔ یہاں پر یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس طرح گزشتہ قومیں انبیاء علیہ السلام کی بات کو نہ مان کر اپنا ہی نقصان کر بیٹھیں ، ٹھیک اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات سے روگردانی کرو گے ، توحید ورسالت ، آخرت کا انکار کرو گے تو خوب یاد رکھنا تمہارا بھی وہی انجام ہونے والا ہے۔

تیسرے اور آخری رکوع کا آغاز ایک نئی شان سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے مثال کاریگری کا اظہار فرماتے ہوئے زمین و آسمان کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ بند ذہنوں کو کھولے اور جو لوگ حق کو قبول کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے راہیں ہموار ہوں۔ اپنی قدرت کی مزید نشانی کے طور پر یہ بات بھی یاد دلائی گئی کہ اللہ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ باہم اختلاط سے نسل انسانی کا سلسلہ (قیامت تک) جاری رہے۔ جوڑوں کی پیدائش صرف انسانوں کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جو دیکھی جاتی ہو یا جو چیزیں انسان نے ابھی دیکھی نہیں اور محسوس نہیں کی ہیں اس کے بھی اللہ نے جوڑے جوڑے بنائے ہیں۔ الغرض یہاں پر ہر چیز کا جوڑا جوڑا ہونا اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ جو دنیا تم دیکھ رہے ہو اس کا بھی جوڑا ہے وہ ہے آخرت والی زندگی۔ اب انسان کیلئے صرف یہی ایک راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ ایسی شان والے مالک و خالق ہی کی بندگی کی طرف دوڑے (جس کی رہنمائی اللہ کے محبوب بندے ورسول برحق محمد ﷺ فرما رہے ہیں)۔

جو لوگ نبی ﷺ کو معاذ اللہ، کبھی ساحر اور کبھی مجنوں کہا کرتے تھے ، اس سلسلہ میں یوں فرمایا کہ آج پہلی بار یہ واقعہ پیش نہیں آیا ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول کی زبان سے آخرت کی توحید کی دعوت سن کر لوگ اسے ساحر اور مجنوں کہہ رہے ہیں۔ کلام کا رُخ حضرت محمد ﷺ کی طرف پھرتا ہے اور آپ ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ

اے میرے حبیب ﷺ! ان سرکشوں سے اپنا رُخ پھیر لیجئے ،یعنی اس آیت کریمہ میں دین حق کی تبلیغ کا ایک قاعدہ بیان فرمادیا گیا کہ جو لوگ حقائق و دلائل کو واضح انداز میں پیش کرنے کے باوجود شکوک وشبہات کو دور کرنے کے بعد بھی داعی حق کی بات پر لبیک نہیں کہتے تو یہ ان کی ذمہ داری ہے؛ آیت 56 میں،

انسانوں اور جنات کی پیدائش کا مقصد بیان فرماتے ہوئے یہ بات صاف طور پر فرمادی گئی کہ ان کی تخلیق کا مقصد صرف یہی ہے کہ یہ میری بندگی کریں، یعنی بتلایا گیا کہ

” اور میں نے جن وانسان کو جو بنایا ہے تو اپنی بندگی کے لیے۔“

اس کے ساتھ ساتھ ایک اور حقیقت کو کھول کر بیان کردیا گیا کہ اللہ کسی سے رزق طلب نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اس کا متمنی ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ ہی خود رزاق (رزق عطا کرنے والا) ہے اور وہ زبردست ہے یعنی اللہ کی ذات گرامی ایسی قدرت والی ہے جسے کوئی دوسری طاقت ہلا نہیں سکتی اور وہ غیر متزلزل ہستی کا مالک ہے جن لوگوں کو آخرت کا خوف دلایا گیا اور ہر طرح سے سمجھایا گیا پھر بھی اپنی روش میں تبدیلی نہیں لاتے، اپنے باطل و جاہلانہ طور طریقوں پر ہی جمے رہے ایسے لوگوں کیلئے تباہی ہے۔

یعنی اس سورت کی آخری آیت 60 میں کہدیا گیا کہ

”آخر کو تباہی ہے کفر کرنے والوں کے لیے اس روز جس کا انہیں خوف دلایا جارہا ہے۔“

آخرت کا ڈر خوف اور سخت دھمکی دیتے ہوئے ان لوگوں کو دنیا و آخرت کی تباہی سے بچنے کا انتباہ دیا گیا۔۔۔

مفسرین کرام نے اسے روز قیامت کی تباہی و بربادی کی طرف اشارہ فرمایا اور بعض نے بدر کے میدان میں ہونے والے خسارہ کی بات بھی بتلائی۔

﴿ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوۡمِهِمُ ٱلَّذِي يُوعَدُونَ ﴾

اگرچہ عام ہے لیکن یہاں مراد کفار قریش ہی ہیں جو رسول ﷺ کے انذار کو محض دھونس خیال کرکے اسے زِچ کرنے کے لئے، مطالبہ کررہے تھے کہ اگر اس طرح کا کوئی عذاب آنا ہے تو وہ آجائے، اس کو دیکھے بغیر ہم اس کو ماننے والے نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اس دن کے لئے جلدی نہ مچائیں۔ وہ بڑا ہی کٹھن دن ہوگا۔ اس دن کے سبب سے ان کو جن ابدی ہلاکتوں سے سابقہ پیش آئے گا ان سے ان کو کوئی پناہ نہ دے سکے گا۔

(مستفاد کتب واقتباسات: تفہیم القرآن، ضیاء القرآن، تدبر قرآن، تفسیر مظہری اور تفسیر حقانی)

☆☆☆

علماء کا ادب واحترام

عبد الرحمن بن حرملہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ ”کوئی بھی شخص سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کرتا یہاں تک کہ آپ سے اجازت لے لیتا جیسا کہ حکمران سے اجازت لی جاتی ہے۔“(الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب: 184/1)

☆☆☆



نعمتوں کے دوام میں شکر کی اہمیت وضرورت

پروفیسر سینیٹر ساجد میر رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر طرح کی تعریف، اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جو مالک الملک اور خالق کل ہے۔ درود و سلام سرور انبیاء کے لیے جو امام کائنات، سید کائنات اور رحمت کائنات ہیں۔

گزشتہ خطبہ جمعہ میں صبر کے بارے میں بیان تھا کہ صبر کیا ہے؟ اس کی فضیلت اور اہمیت کیا ہے؟ اس کا ثواب اور فائدہ کیا ہے؟ آج کے خطبے میں ان شاءاللہ شکر کی بات ہوگی۔ صبر کے ساتھ شکر کی بھی اہم تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے۔ ہمارا رب، خالق اور مالک، جو نعمتیں دینے والا اور احسان کرنے والا ہے، اس نے ہمیں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے اور احسانات کیے ہیں۔ اس نے ہمیں پیدا کیا، انسان بنایا، مسلمان بنایا، ہاتھ پاؤں اور اعضاء دیئے، ہمارے سانس کی آمدورفت اسی کے اختیار میں ہے۔ دنیا کی نعمتیں، تھوڑی یا زیادہ وہی ہمیں دیتا ہے، اور اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو قرآن کی یہ بات سچ نظر آتی ہے کہ

﴿ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ (سورة لقمان: 20)

اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی نعمتوں کا مینہ برسا دیا ہے۔ بارش برسا دی ہے۔ پانی کی طرح بہا دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (سورة النحل: 18)

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو تم ان کی گنتی بھی نہیں کر سکتے، اس کے باوجود زیادہ تر انسان شکر گزار نہیں بنتے۔

قرآن نے کہا: اے نبی!

﴿ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴾ (الأعراف: 17)

آپ ان لوگوں میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیں گے۔ اسی طرح فرمایا:

﴿ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ (سبا: 13)

میرے بندوں میں سے تھوڑے ہیں، جو شکر گزار ہیں۔

قرآن نے جن اچھے بندوں کی تعریف کی ہے، وہ خود بھی شکر گزار تھے اور دوسروں کو بھی شکر گزاری کی تعلیم دیتے تھے۔ نوح علیہ السلام کی تعریف کی، تو فرمایا:

﴿ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ﴾ (الاسراء: 3)

وہ ایک شکر گزار بندے تھے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ﴾ (سورة النحل: 121)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے۔

اور یہی ان کی تعلیم تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے قرآن کے الفاظ میں لوگوں سے کہا عبادت اسی کی کرو اور شکر بھی اسی کا ادا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے بار بار کہا:

﴿يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ﴾ (المائدہ: 20)

اے میری قوم! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، یاد رکھو۔ اس نے تمہیں دشمن سے نجات دی، سمندر سے نجات دی، سمندر کے پار اتارا۔ من وسلویٰ نازل کیا۔ بہت سی نعمتوں سے تم کو نوازا۔ عام لوگوں کے لیے فرمایا:

﴿ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ﴾ (سورة الجاثية: 13)

زمین و آسمان کی نعمتیں، زمین و آسمان کی چیزیں انسان کے لیے مسخر کی گئی ہیں، یعنی اس کے کام میں لگا دی گئی ہیں کہ وہ ان سے کام لے۔

جانور، چوپائے، ہوا، زمین، آسمان، سورج، کھیتیاں یہ سب سلسلے اللہ نے انسان کی آسانی کے لیے نعمتوں کے طور پہ عطا فرمائے ہیں۔ شکر کا فائدہ تو اسی آیت میں بتایا ہے:

﴿ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراهيم: 7)

"اگر شکر کرو گے تو میں اپنی نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔"

نعمتوں سے تم کو نوازتا چلا جاؤں گا، یعنی شکر سے نعمت کا دوام اور کثرت، یہ دونوں چیزیں ملتی ہیں، یعنی نعمت کی ہمیشگی بھی کہ پھر وہ چھنتی نہیں اور کثرت بھی، یعنی اور نعمتیں بھی اس کے ساتھ عطا کی جاتی ہیں، مگر نعمت اس کو دی جاتی ہے جو اس کا قدردان ہو۔

کافروں کا اعتراض تھا کہ غریب اور پسماندہ قسم کے کم حیثیت رکھنے والے لوگ ہی ایمان لائے ہیں۔ بڑے لوگ ایمان نہیں لائے۔ شروع شروع میں یہی صورتحال تھی تو کافر اعتراض کرتے تھے، کہتے تھے کہ یہ ہیں وہ لوگ غریب، پسماندہ، گرے پڑے، جن کے پاس دنیا کا کچھ نہیں، کیا یہی ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا کہ وہ ایمان لے آئے اور دولت ایمان سے سرفراز ہوئے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ باقی تو کوئی چیز انہیں ملی نہیں تو ایمان کہاں سے مل گیا؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دیا، فرمایا:

﴿ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ﴾ (سورة الأنعام: 53)

"کیا اللہ تعالیٰ نعمت کی قدر کرنے والوں کو نہیں جانتا؟" یعنی یہ شکر گزار ہیں، جو نعمت ملی ہے، اس کا شکر کرتے ہیں، اس لیے ان کو یہ نعمت دے دی گئی ہے۔

نعمت کی قدر کرنا بڑا ضروری ہے اور یہی شکر گزاری ہے۔ بعض لوگ ایمان لانے یا نیکی کرنے کا احسان جتاتے ہیں کہ اللہ اور رسول پر ایمان لا کر یا نیکی کر کے ہم نے کوئی بڑا احسان کیا ہے۔ قرآن پاک نے اس کی بھی تردید کی:

﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا﴾ (الحجرات: 17)

بعض اعرابیوں نے، ان پڑھ بدوؤں نے احسان جتایا کہ ہم ایمان لائے، ہم نے بڑا کام کیا، بڑا احسان کیا۔ فرمایا: احسان جتاتے ہیں آپ پر اے نبی کہ ہم ایمان لائے، فرمایا:

﴿قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم﴾ (الحجرات: 17)

اپنے اسلام لانے یا مسلمان ہونے کا یا اپنی نیکی کا مجھ پر کوئی احسان نہ جتاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔

اسی طرح شکر، غرور اور تکبر کے جذبے کو توڑتا ہے کہ "میں نے یہ کیا اور میں یہ کرنے والا ہوں۔"

شکر کا مطلب یہی ہے کہ کسی نے توفیق دی، کسی نے نعمت دی، کسی نے عطا کیا اور اس کی وجہ سے مجھے یہ ملا ہے۔ میری اپنی قوت اور میری اپنی طاقت ایسی نہیں تھی۔ میں جو کوئی بھی چیز، دنیاوی یا دینی نعمت حاصل کر سکوں۔ وہ اللہ کی عطا ہے، اس پر غرور اور تکبر کی بجائے شکر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کو بھیجنے کا اپنا احسان بھی بیان کیا، جسے جان کر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، بڑا احسان کیا۔ اس کا تو بھیجنا ہی اللہ کا احسان ہے، فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (سورة الجمعه: 164)

تم میں سے یعنی نوع انسان میں سے اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا اور یہ اللہ کا احسان ہے، تمہارا اس میں کوئی کمال نہیں کہ تم مجھ سے مانگتے ہو اور اس پر ایمان لاتے ہو۔

اسی طرح یہ بات کہ "ہم نے اللہ کے رسول کی مدد کی" اس کی بھی نفی قرآن نے کی کہ مدد کرنے والے تم نہیں، مدد کرنے والا اللہ ہے اور اسی کی مدد سے سب کچھ ہوتا ہے۔

نعمت اس کو ملتی ہے جو قدردان ہو اور جو نعمت کی قدردانی نہ کرے، اس سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ جیسے قرآن نے کہا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ﴾ (سورة الأعراف: 175)

ایک بندے کی مثال دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیتوں کا علم اسے دیا، یعنی وہ مومن اور مسلمان بنا، لیکن وہ آیتوں اور ایمان کو چھوڑ کر اقتدار یا انکار کی طرف نکل گیا، شیطان اس کے پیچھے لگا اور اسے مکمل گمراہی کے حوالے کر دیا گیا۔ اسی طرح یہ بندے کی مثال تھی۔ ایک بستی کی مثال بھی بیان کی گئی۔

﴿ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ﴾ (سورة يسين: 13)

اے رسول! ان لوگوں کو ایک بستی کی مثال دے۔ کوئی حقیقی بستی ہے یا سمجھانے کے لیے ایک فرضی بستی ہے، لیکن لگتا یہی ہے کہ کوئی حقیقی بستی ہے، جس کی بات کی جا رہی ہے کہ حقیقی شہر برباد ہوا اور کیوں ہوا، اس کی وجہ بتائی۔

یہ بستی پر امن تھی، لوگ اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرتے تھے اور معیشت بھی اس کی بڑی اچھی تھی۔ کھانے پینے کی کوئی کمی نہیں تھی، کوئی معاشی تنگی نہیں تھی، امن بھی تھا اور پر سکون رزق بھی ملتا تھا۔ تو پھر کیا ہوا؟ بستی کے لوگوں نے شکر کی بجائے انکار اور ناشکری کا راستہ اختیار کیا تو امن خوف میں بدل گیا۔ ان پر خوف مسلط ہوا، دشمن کا، وباؤں کا، دوسری چیزوں کا خوف ان پر مسلط ہوا اور رزق کی بجائے بھوک ان پر مسلط ہوئی۔ وہ دونوں چیزوں سے، یعنی امن سے بھی اور خوشحالی سے بھی محروم ہو گئے۔ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نعمتوں کی قدردانی نہیں کی، ناشکری کی اور اس کی وجہ سے ان کا یہ حال ہوا اور انہیں یہ دن دیکھنا پڑا۔

انسان میں ناشکری کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ اس کی وجہ کیا ہوتی ہے؟ ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ وقتی تکلیف سے گھبرا کر دیرینہ نعمتوں کو انسان بھول جاتا ہے، مثلاً انسان کو نعمتیں بہت ملیں، وہ ان میں مزے کرتا رہا، ان نعمتوں میں سے بھی بہت سی آج بھی انسان کے پاس موجود ہیں، لیکن ساتھ ہی کوئی تکلیف یا مصیبت آ گئی تو یہ ماضی کی نعمتوں کو بھی بھول جائے گا، اور حال میں جو نعمتیں اس کے پاس بدستور موجود ہیں ان کو بھی بھول جائے گا۔ صرف اسے یاد رہے گی تو وہ تکلیف اور مصیبت جو اچانک اس پر آ گئی۔

کہتے ہیں کہ آدمی کو دانت میں درد تھا، درد کی وجہ سے، تکلیف تھی، اس کی نیند غائب ہو گئی، لیکن اس نے یاد کیا کہ اتنے سال میری عمر کے ہیں، جبکہ دانت سلامت تھے، درد بھی نہیں تھا، دانت کام بھی کرتے تھے۔ بجائے درد پر زیادہ سوچنے کے، وہ اپنے ماضی پر جو درد اور مرض سے خالی تھا، اس پر سوچتا رہا اور اس طرح اس نے اپنے آپ کو تسلی دی تو شکر گزاری کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ یہ سوچ کی بات ہوتی ہے۔

اسی طرح ناشکری کی دوسری وجہ جو نعمت موجود ہے، اس کا پورا احساس اور پاس نہ کرنا ہے۔ اس کی مثال بھی حکایت میں ملتی ہے کہ ایک غریب آدمی کسی امیر کے پاس آیا اور اپنی غربت کا رونا رویا اور مدد کی درخواست کی۔ امیر نے کہا:

"تمہیں رقم تو میں بڑی دوں گا، لیکن میری شرط ہے کہ ایک لاکھ روپے کے عوض تم مجھے اپنا ایک پاؤں کاٹ کے دے دو۔"

اس نے کہا: "یہ تو نہیں ہو سکتا، ایک لاکھ چھوڑ، دس، بیس لاکھ دو، پھر بھی میں ایسا نہیں کروں گا۔"

آنکھ، کان یا کوئی ایک عضو کسی قیمت پر بھی نہیں دوں گا۔ اس نے کہا: "لاکھوں کی نعمتیں تو تمہارے پاس ہیں، تم ان کی قدر نہیں کر رہے۔ یہ نعمتیں اللہ نے مفت دے رکھی ہیں بغیر کسی معاوضے کے۔ ان کی قدر کرو، ان سے کام لو، اللہ تعالیٰ فضل کرے گا اور تمہاری یہ غربت اور تکلیف دور ہو جائے گی۔"

تیسری بات یہ کہ جو نعمت موجود نہیں، اس کی بہت زیادہ حسرت دل میں پیدا ہو جائے اور جن کے پاس نعمتیں ہیں، ان سے حسد شروع ہو جائے۔ یہ بھی ناشکری کی ایک وجہ ہوتی ہے۔ اس صورت سے بچنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ایک بہت قیمتی حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دین کے معاملے میں اس بندے کی طرف دیکھو جو تم سے بہتر ہے اور تم سے اونچا ہے، جو زیادہ دین دار ہے اور دین پر زیادہ عمل کرتا ہے۔ اگر تمہارے دل میں نمازیں اور دین پر عمل کرنے سے کچھ غرور یا تکبر پیدا ہوتا ہے کہ "میں بڑا اچھا اور نیک انسان ہوں"، تو ان لوگوں کی طرف دیکھو، جو تم سے زیادہ عبادت گزار ہیں۔ اس سے غرور اور تکبر ختم ہو جائے گا، اور شکر کی کیفیت پیدا ہو گی۔

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ دنیا کے معاملے میں رشک اور حسد کرتے ہو، اس بندے پر یا ان لوگوں پر جن کے پاس دنیا کی نعمتیں زیادہ ہیں، تو اس سے بچنے کے لیے کیا کرو؟ اپنے سے جو نیچے ہیں، دنیا کے معاملے میں جنہیں کم ملا ہے، ان کی طرف دیکھو تا کہ تمہیں تسلی ہو جائے کہ ایسے لوگ بھی ہیں، جنہیں مجھ سے بھی کم ملا ہے۔

کہتے ہیں کہ شیخ سعدی، جو مشہور فلسفی اور حکمت والے ہیں، ایک سفر کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس زمانے میں سفر مشکل ہوتا تھا، پیدل بھی چلنا پڑتا تھا کیونکہ بعض اوقات سواری میسر نہیں ہوتی تھی۔ چلتے چلتے ان کا جوتا گھس گیا اور ٹوٹ گیا۔ دل میں کچھ ناشکری پیدا ہوئی کہ اتنا چلنا پڑ رہا ہے اور جوتا بھی نہیں ہے۔ آگے جا رہے تھے، دیکھا کہ ایک آدمی ہے، جس کے پاؤں ہی نہیں ہیں۔ پھر دل میں شکر کا جذبہ پیدا ہوا کہ "تیرے پاؤں تو سلامت ہیں، جوتا نہ ہوا تو مل جائے گا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بھی معروف ہے کہ ایک شخص کو دیکھا جو کوڑھ کا شکار، نابینا، گونگا اور بہرا بھی تھا۔ آپ کے ساتھی جو مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم اس پر بھی اللہ کی کوئی نعمت دیکھتے ہو؟ سب خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کے اندر کھانا پانی آرام سے چلا جاتا ہے اور آرام سے باہر آ جاتا ہے، یہ پیشاب، پاخانہ کرتا ہے تو یہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔ باقی انعام اگر اللہ نے نہیں کیے لیکن یہ تو کر دیا کہ وہ کھا پی رہا ہے اور اپنی حاجت پوری کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا آدمی جس پر بظاہر کوئی نعمت، انعام نظر نہیں آتا، وہ بھی اگر غور کرے تو اس پر بھی اللہ کا کوئی نہ کوئی انعام ضرور موجود ہو گا۔ بعض اوقات کسی چیز کی ظاہری شکل تکلیف دہ نظر آتی ہے، لیکن اصل میں اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ اسے Blessing in disguise کہتے ہیں۔ جیسے قرآن نے کہا:

﴿وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (سورۃ البقرہ: 216)

نبی اکرم ﷺ نے اس سلسلے میں جو بات فرمائی، اس کا پہلے میں حوالہ دے چکا ہوں اس کو دہرانے کی یہاں ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ ایسا عجیب ہے کہ اگر اسے تکلیف پہنچے اور صبر کرے تو وہ تکلیف بھی اس کے لیے اچھی بن جاتی ہے، ثواب کے لحاظ سے اور اگر اسے راحت پہنچے، آرام پہنچے، نعمت ملے اور شکر کرے تو انجام کے لحاظ سے، وہ نعمت ویسے بھی اچھی ہوتی ہے، انجام کے لحاظ سے بھی اچھی ہو جاتی ہے۔

شکر کی قسمیں تین ہیں

تین طرح کا شکر ہوتا ہے: قولی، قلبی اور عملی۔ ایک تو ہے زبان سے کہنا: "یا اللہ تیرا شکر ہے، یا اللہ تیرا شکر ہے۔" بہترین اور آسان ترین طریقہ شکر ادا کرنے کا یہی ہے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہنا، یا "يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ" کہنا، یعنی "یا اللہ تیری تعریف کرتا ہوں، تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔" یہ قولی شکر ہے، یعنی زبان سے کہنا۔

پھر دل میں احساس ہو، ادراک ہو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں جو زبان سے قول ادا کرے، وہ دل میں بھی ہو، دل سے بھی شکر ادا کیا جا رہا ہو اور پھر تیسری قسم ہے: عملی شکر، یعنی جو نعمت ملی ہے اس میں دوسروں کو شریک کرنا اور اللہ کی راہ میں اس نعمت کو استعمال کرنا اور خرچ کرنا۔ اگر مال ہے، اچھا رزق ملا ہے تو اس میں مسکینوں اور ضرورت مندوں کو حصہ دار بنانا۔ اگر کوئی منصب ہے، عہدہ ہے، اتھارٹی ہے، تو اسے لوگوں کی امداد اور مظلوموں کی مدد کے لیے استعمال کرنا، یہ عملی شکر ہے۔ اگر قوت

ہے، طاقت ہے، تو اسے غلط کاموں کی بجائے لوگوں کے فائدے اور ان کی مدد کے لیے استعمال کرنا، یہ قوت کا شکر ہے۔ ہر چیز کا عملی شکر یہ ہے کہ اسے دوسروں کے لیے اور ضرورت مندوں کے لیے استعمال کیا جائے۔ شکر زبانی بھی کرنا ہے، عملی بھی کرنا ہے اور قلبی بھی کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ شکر کے سلسلے میں کیا ہے؟ اس کی بھی بات کرتے ہیں لیکن شکر کی فضیلت کے سلسلے میں ایک دو باتیں اور ہو جائیں۔ شکر کے بارے میں ایک اور بات جو قرآن نے کہی ہے، فرمایا:

﴿وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ﴾ (آل عمران: 145)

شکر کرنے والے بندوں کو ہم ان کا بدلہ ضرور دیں گے۔ پھر فرمایا:

﴿ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ ﴾ (سورة النساء: 147)

اگر تم ایمان والے ہو اور اس کے ساتھ شکر بھی کرتے ہو تو اللہ تمہیں عذاب دے کے کیا کرے گا؟ کیا ملے گا اس کو؟

مطلب ہے کہ تمہیں پھر عذاب نہیں ہو گا، تم شکر کی برکت سے عذاب سے بچ جاؤ گے۔ اس کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ سزا دے؟ اگر تم شکر گزار بندے بنو اور ایمان کی روش پر چلو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی حوالے سے کہا، کیونکہ علماء میں بحث بھی ہوتی ہے کہ اگرچہ شکر اور صبر دونوں ضروری ہیں اور دونوں اچھی چیزیں ہیں، لیکن ان میں سے بہتر کیا ہے، یعنی افضل کیا ہے؟ دونوں اپنی جگہ اہم ہیں، دونوں کی ضرورت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سواری کی مثال دی۔ آپ نے فرمایا کہ شکر اور صبر دو سواریاں سمجھ لو۔ دو سواریاں ہیں اور دونوں منزل پر پہنچانے والی ہیں۔ دونوں کی ضرورت ہے۔ منزل کیا ہے؟ جنت۔ منزل کیا ہے؟ اللہ کی خوشنودی تو صبر اور شکر اپنی اپنی جگہ پر دونوں ضروری ہیں۔

سید الشاکرین یعنی شکر گزاروں کے سردار نبی اکرم ﷺ تھے، جو خود نعمتوں کا شکر ادا کرتے تھے اور جنہوں نے نعمتوں کا شکر ادا کرنا سکھایا بھی۔ آپ طویل قیام کرتے تھے، یہاں تک کہ ٹانگیں اور پاؤں سوج جاتے تھے۔ پوچھا گیا کہ آپ کیوں عبادت میں اتنی محنت کرتے ہیں؟ آپ کو تو پہلے ہی اللہ نے درجے عطا فرمائے ہیں۔ فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نعمتیں کی ہیں، فضل کیا ہے تو میں اس کا شکر بھی نہ ادا کروں؟ میں عبادت کے ذریعے، طویل عبادت کے ذریعے اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔"

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے طویل سجدہ کیا، یہاں تک کہ صحابہ کو فکر اور تشویش پیدا ہوئی کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے سجدے کی حالت میں اپنے نبی کو واپس تو نہیں بلا لیا؟ روح قبض تو نہیں کر لی؟ اتنا لمبا سجدہ، سر ہی نہیں اٹھا رہے۔ بڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اٹھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شکر کا سجدہ ہے۔

شکر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سجدے میں گر کر اللہ کی تعریف کی جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ

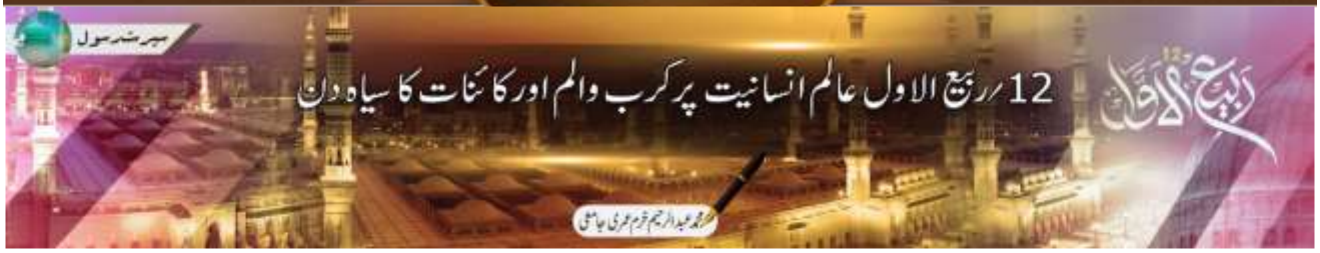
اس طرح کے کلمات ادا کیے جائیں یا سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اس طرح پڑھا جائے تو یہ شکر کا سجدہ ہے۔

اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ لمبی نماز پڑھی، اس کے بعد لمبا سجدہ کیا۔ بعد میں بتایا کہ یہ نفل نماز بھی شکر کی ادائیگی کے لیے تھی اور سجدہ بھی شکر کے لیے تھا۔ شکر کس بات کا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے مجھ سے پوچھا گیا یعنی پوچھا گیا کہ بتایئے آپ کی امت کے ساتھ ہم کیا معاملہ کریں؟ تو میں نے کہا کہ یا رب تو بہتر جانتا ہے، تو اچھا معاملہ کرنے والا ہے، یقیناً تو اچھا ہی کرے گا۔ تو اللہ نے فرمایا: اچھا، میں آپ کی امت کے معاملے میں آپ کو خوشی دوں گا، رنج اور غم نہیں دوں گا۔ ایسا معاملہ کروں گا، جس سے آپ خوش ہو جائیں گے تو اس خوشخبری کے شکر میں میں نے نماز پڑھی تو لمبی نماز پڑھی، سجدہ کیا تو لمبا سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی کہا ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ (الضحیٰ: 5)

اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا کچھ دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

یہی آخرت کی سب سے بڑی کامیابی ہے اور ظاہر ہے کہ سب سے بڑی اور نمایاں کامیابی ملے گی، تو اللہ کے آخری رسول ﷺ کو ملے گی لیکن ان کی اصل خوشی یہی ہے کہ امت کا بھلا ہو جائے، امت کی نجات ہو جائے، امت جنتی بن جائے۔ یہ ان کی اصل خوشی ہے اور اسی خوشی کی خوشخبری میں آپ نے شکر ادا کیا۔ شکر، صبر کی طرح ایک ضروری صفت ہے، جو اسلام ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ کے شکر گزار بندے بنیں اور ہر حال میں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ" کہنا بھی سیکھیں۔ ایک تو ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" اور ایک ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ" یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر کرتا ہوں، اس کی تعریف کرتا ہوں، یعنی تکلیف میں بھی، بیماری میں بھی، مشکل، افلاس اور غربت میں بھی، جو بھی مشکل حالات آتے ہیں، میں ان میں اللہ کا شکر کرتا ہوں۔ یہ بہت بڑی بات ہے، یہ ہمت اور طاقت اللہ تعالیٰ کسی کو دے دے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا شکر کرنے والا بندہ بنے تو اس سے بڑی اور کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شکر گزار بندہ بنائے۔ آمین!



12 دن کی مسلسل بیماری کے بعد بالآخر 12 ربیع الاول 11 ہجری، بروز دوشنبہ چاشت کا وقت عالم انسانیت پر انتہائی کرب والم اور کائنات کا سیاہ ترین بن کر گزرا، جس دن کونین کے تاجدار حبیب کبریا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ، خاتم النبین، سید المرسلین والآخرین، رحمۃ للعالمین، شافع محشر، ساقی کوثر اس دنیائے فانی سے رخصت اور داعی اجل کو لبیک کہا تھا:

"اِنا للہ واِنا الیہ راجعون" اس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک پر ان کلمات کا ورد تھا:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الأَعْلَى» "اے اللہ، مجھے بخش دے! اے اللہ مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے، اے اللہ رفیق اعلیٰ۔" (صحیح بخاری : 5674؛ صحیح مسلم:2444؛ صحیح الجامع:1267)

اس دن اہل بیت الا طہار اور ان نفوس قدسیہ کو جنہوں نے تاجدار مدینہ کا اپنی نگاہوں سے دیدار کیا اور آپ سے فیض حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا، جنہوں نے آپ ﷺ پر جاں نثاری کی، اپنا سب کچھ آپ پر قربان کر دیا، سفر و حضر میں آپ کی معیت اختیار کی، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے 12ربیع الاول کا دن کرب و الم، اضطراب و بے چینی و بے بسی کا سیاہ ترین دن بن کر گزرا۔ اس دن کا یا درکھنا ہر مسلمان کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ اس دن جو تکلیف و مصیبت کے پہاڑ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گرے اس کا تذکرہ سیرت نگاروں نے اس طرح کیا جس کا جاننا ہر مسلمان کے لئے فریضہ ہے۔

فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہا) کا غم

اس دن کے کرب والم، مصیبت و تکلیف، ورنج کے متعلق جگر گوشۂ حبیب کبریا، جنت میں خواتین کی سردار، سیدۃ النساء، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا کہ

ضَبَتْ عَلَى مَصَائِبٍ لَوْ أَنَّهَا
صَبَتْ عَلَى الأَيَامِ صِرْنَ لَيَالِهَا

"مجھ پر رنج والم کے پہاڑ توڑ دیئے گئے اگر یہ دنوں پر توڑے جاتے تو سارے دن شدت الم کی بنیاد پر راتیں بن جاتے اور دن کا نور ختم ہو جاتا۔" (الدر المنثور)

ایک اور روایت میں ہے کہ مارے غم کے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا:

"يَا أَنَس! أَطَابَتْ أَنْفُسَكُمْ أَنْ تَحْتُوا عَلَى رَسُولِ التَّرَابَ."

"اے انس تم نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ کہ نبی ﷺ کے جسم اطہر پر مٹی ڈال کر آ گئے۔" (صحیح بخاری : 4463)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شدت غم کا یہ عالم تھا کہ امام بخاری نے ان کے الفاظ کو یوں نقل کیا ہے کہ

"يَا أَبَتَاهُ! أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ، وَيَا أَبَتَاهُ إِلَى جِبْرِيْل نَنْعَاهُ."

"اے میرے ابا جان! جنہوں نے پروردگار کی پکار پر لبیک کہا، ہائے ابا جان! جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔ اے ابا جان! ہم جبرئیل کو آپ کی وفات کی خبر دیتے ہیں۔" (صحیح بخاری : 4463)

اس غم کے ساتھ ہی حضرت فاطمۃ الزہراء، بتول، سیدۃ النساء اہل الجنۃ کی آنکھوں سے آنسوں رواں دواں ہوتے رہے، غم سے نڈھال، چور چور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے کہا کہ

"فاطمہ ایسے وقت میں تم آنسو کیوں بہارہی ہو، جبکہ تمہارے ابا جان نے اس موقع پر آنسو بہانے سے منع کیا ہے؟" کہنے لگیں کہ

"میں اس لئے آنسو نہیں بہارہی ہوں کہ میرے بابا فوت ہو چکے ہیں، بلکہ میرے آنسو اس لئے بہہ رہے ہیں کہ اب جبرئیل کا آسمان سے زمین پر آنا بند ہو گیا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غم کا یہ عالم تھا اس وقت وہ مقام "سنح" واقع اپنے مکان پر تھے، جب وفات النبی کی خبر پہنچی، اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے، لوگوں سے گفتگو کی اور سیدھے حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہوئے، رسول اللہ ﷺ کا قصد کیا، آپ ﷺ کا جسد مبارک دھاری دار یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ کے رخ انور سے چادر ہٹائی اور اسے چوما اور اشکبار ہوئے پھر فرمایا:

"میرے ماں باپ آپ پر قربان ! اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، جو وفات آپ پر لکھ دی گئی تھی وہ آچکی ہے۔" (خاتم النبیین ﷺ الشیخ ابوزہرۃ: ص1489)

اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے باہر تشریف لائے اس وقت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جذبات سے مغلوب لوگوں سے محو گفتگو تھے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی اور کہا کہ "عمر بیٹھ جاؤ۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا، ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدَ مَحَمّدًا صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ فَإِنّ مُحَمّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدَ اللهُ فَإِنّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوت قَالَ الله: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴾

"امابعد! تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا آیا ہے تو یقیناً اللہ زندہ رہنے والا ہے، کبھی نہیں مرے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

محمد ﷺ نہیں ہیں، مگر رسول ہی، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ محمد وفات پا جائیں یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ اپنی ایڑی کے بل پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑی کے بل پلٹ جائے تو (یاد رکھے کہ) وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔"

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس خطاب کو سن کر یقین آ گیا کہ واقعی آپ ﷺ وفات پا چکے ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "اللہ کی قسم! لوگوں نے جانا ہی نہ تھا کہ اللہ نے یہ آیات نازل فرمائی ہے، یہاں تک کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت فرمائی تو سارے لوگوں نے ان سے یہ آیت اخذ کی اور اب جس کسی انسان کو میں سنتا ہوں تو اسی کی تلاوت کر رہا تھا۔"

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"واللہ! میں نے جوں ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا، انتہائی متحیر اور دہشت زدہ ہو کر رہ گیا، حتی کہ میرے پاؤں مجھے اٹھا ہی نہیں رہے تھے اور حتی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سن کر میں گر پڑا، کیونکہ میں جان گیا تھا کہ واقعی نبی ﷺ کی وفات واقع ہو چکی ہے۔" (صحیح بخاری)

وفات نبوی ﷺ کے بعد کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت اوسط بن عمر و رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ایک سال بعد مدینہ تشریف لایا، میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے خطاب کر رہے تھے، انہوں نے کہا:

"قَامَ فِينَا رَ سَوْلَ اللهِ ﷺ عَامَ الْأَوّلِ فَخَنَخْتَهُ الْعَنَزَةَ ثَلَاثَ مِرَارِثَمَ قَالَ يَا أَيُّهَا النّاسِ : سَلُو اللهَ الْمُعَافَاةَ ... الخ ."

"رسول اللہ ﷺ گزشتہ سال ہمارے درمیان کھڑے ہوئے یہ کہہ کر ان کی آواز آنسوں کی وجہ سے بند ہو گئی، تین بار ایسے ہی ہوا بالآخر کہا: لوگو! اللہ سے عافیت کا سوال کرو... الخ۔" (مسند احمد: 12180)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا غم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک جب آپ ﷺ کی وفات مبارکہ کی خبر پہنچی، تو آپ کے غم کا یہ عالم تھا کہ ان کے اوسان قطع ہو گئے، کھڑے ہو کر بآواز بلند کہنے لگے:

"کچھ منافقین سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی بلکہ آپ اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں، جس طرح موسی بن عمران علیہ السلام تشریف لے گئے تھے اور اپنی قوم سے چالیس رات غائب رہ کر ان کے پاس پھر واپس آ گئے تھے، حالانکہ واپسی سے پہلے کہا جا رہا تھا کہ وہ انتقال کر چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ضرور پلٹ کر آئیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے جو سمجھتے ہیں کہ آپ کی وفات واقع ہو چکی ہے۔" (سیرت ابن ہشام)

اور اور روایت میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غم کا اظہار یوں نقل کیا گیا کہ

"وفات النبی کی خبر سنتے ہی فاروق اعظم کے اوسان خطاء ہو گئے، انہوں نے اپنی تلوار تھام لی اور ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ

اللہ کی قسم! جو بھی یہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں، اللہ کی قسم! میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔" (خاتم النبیین ﷺ الشیخ ابو زہرۃ: ص 1489)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غم

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر اتنا شدید غم تھا کہ وہ گم سم ہو گئے، کسی کی طرف کوئی دھیا نہیں رہا، غم سے نڈھال ایک مکان کے سائے میں بیٹھ گئے وہ خود اپنا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو بعض صحابہ کرام پر اس کا شدید اثر ہوا اور قریب تھا کہ ان میں سے بعض کی حالت غیر ہو جاتی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھا، میں ایک مکان کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے سامنے سے گزرے، انہوں نے مجھے سلام کیا لیکن مجھے ان کے گزرنے اور سلام کرنے کا علم ہی نہ ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی ا اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی اور کہا:

کیا یہ بات آپ کے لئے تعجب انگیز نہیں کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اور سلام کیا لیکن انہوں نے سلام کا جواب تک نہیں دیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو چکے تھے وہ دونوں میرے پاس آئے دونوں نے مجھے سلام کیا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہا:

تمہارے بھائی عمر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس آکر شکایت کی کہ وہ تمہارے پاس سے گزرے اور سلام کیا مگر آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا اس کی کیا وجہ تھی؟ میں نے عرض کیا: میں نے ایسا کیا ہی نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

کیوں نہیں ؟! اللہ کی قسم ! میں نے سلام کیا ہے، اور آپ نے جواب نہیں دیا ، اے بنو امیہ !یہ تمہار متکبر انہ عادت ہے میں نے عرض کیا :

اللہ کی قسم مجھے تو پتہ ہی نہیں ہے کہ آپ میرے پاس سے گزرے ہوں یا سلام کیا ہو ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

عثمان رضی اللہ عنہ درست کہتے ہیں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی جدائی کا غم تھا اسی لئے آپ ادھر توجہ نہیں دے سکے، میں نے بھی کہا:

جی ہاں حقیقت ایسے ہی ہے: انہوں نے کہا

:حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اللہ تعالی نے اپنے نبی کو وفات دے دی اور ہم آپ سے یہ تو دریافت ہی نہیں کر سکے کہ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نجات کیسے ہو گی ؟؟۔۔۔۔الخ۔ (مسند احمد:118037)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا غم

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ جو آپ کے چچا تھے ان کے غم کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے دن یاد کرتے ہوئے بار بار رو پڑتے اور آنسو رواں دواں ہو جاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا غم

خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غم کا یہ عالم تھا کہ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

” جس دن رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف (یعنی مدینہ) لائے اس سے بہتر اور تابناک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا اور جس دن آپ ﷺ نے وفات پائی اس سے قبیح اور تاریک دن بھی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔“ (نقوش سیرت ، اسلم شاد عمری : 225)

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے غم سے نڈھال ہو کر کہا:

” ایک دن نبی نے مدینہ کو روشن کر دیا اور ایک دن مدینہ کو تاریک کر دیا۔“

روشن کب کیا؟ جب ہجرت کر کے مدینہ میں داخل ہوئے، اس دن یہ منور تھا، روشن تھا اور تاریک کب ہوا جب اللہ کے نبی ﷺ وفات پا گئے۔(صحیح ترمذی : 3618)

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

"وَمَا نَفَضْنَا أيدينا عن التراب وإِنَّا فِيْ دَفْنِهِ حَتّى أَنْكَرنَا قُلُوْبنَا."

ہم نے نبی ﷺ کو دفن کر کے اپنے ہاتھ جھاڑے، ہم ان کی تدفین ہی میں تھے۔ تو ہمیں اسی وقت اپنے دلوں کی حالت بدلی ہوئی محسوس ہوئی۔ (سنن ابن ماجہ 1631 ؛ مسند احمد 13830؛ صحیح السیرۃ النبویہ: ص729؛ السیرۃ النبویۃ اللصلابی 892، اس ضمن میں مختلف روایات ہیں)

حضرت بلال کا غم

رسول اللہ ﷺ کی وفات پر مؤذن رسول سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے غم کی کیفیت کو سیرت نگاروں نے مختلف انداز میں ذکر کیا ہے اس میں بعض روایات معتبر ہیں اور بعض روایات غیر معتبر ہیں کہا جاتا ہے کہ

”رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینا ترک کر دیا ان سے پوچھا گیا کہ ”اے بلال رضی اللہ عنہ ! تم نے اذان دینا کیوں چھوڑ دیا ہے تو بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

”اب: ”أشهد أن محمد الرسول اللہ کہہ کر کس کے چہرہ پر انوار کو دیکھوں گا۔“

اسی طرح بعض روایات میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کے مغموم ہو کر مدینہ طیبہ سے ہجرت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ وفات رسول کے بعد مدینہ کی گلیوں میں لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے کہ کیا تم نے کہیں نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے۔“

اس سلسلے میں ایک واقعہ منقول ہے کہ سعید بن عبد العزیز اور ابن جابر کہتے ہیں کہ

”حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے بعد کسی خلیفہ کے لئے اذان نہیں کہی، کیونکہ وہ جہاد کے ارادے سے جانا چاہتے تھے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ میں قیام کے لئے روکا اور مدینہ میں مقیم ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ نے مجھے اس لئے آزاد کیا تھا تو مجھے جہاد سے مت روکئے، اگر آپ نے مجھے اس لئے آزاد کیا

تھا تو میں مدینہ میں رک جاتا ہوں تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینہ سے سفر کرنے کی اجازت دے دی تو وہ ملک شام مقیم ہو گئے یہاں تک کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کے جابیہ تشریف لائے تو مسلمانوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ وہ اذان دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان دینے کو کہا تو بلال رضی اللہ عنہ نے اہل شام کے لئے ایک دن یا ایک نماز کے لئے اذان دی۔

راوی کہتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ لوگوں کو روتا ہوا نہیں دیکھا جب انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنا اور اس سے پھر انہیں نبی کریم ﷺ کا زمانہ یاد آ گیا۔" (تاریخ الأوسط للبخاری : 165؛ الزھد لابی داؤد، من خبر بلال: ص:238، رقم الحدیث:262)

صحابہ کا تا دیر غم

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جس کا تعلق نبی کریم ﷺ سے ہوتا تو وہ نبی کریم ﷺ کو یاد کر کے اشکبار ہو جاتے تھے ایسا ہی ایک معتبر واقعہ منقول ہے کہ

جب خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں حضرت موذن رسول بلال رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو وہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اذان دینے کی فرمائش کی اس فرمائش کی تعمیل میں آپ نے اذان دی تو اس وقت موجود صحابہ کرام نے عہد نبوی ﷺ یاد کر کے اشکبار ہوئے۔"

لیکن افسوس کہ مسلمانوں کو صحابہ کا یہ غم یاد نہ رہا انہوں نے 12 ربیع الاول کو خوشی، جشن اور کھیل کود، تماشہ بازی کا دن بنالیا ہے۔ اے مسلمانو! غور کرو اور اپنے ایمان و عمل کا جائزہ ہو لو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

شرک کالی چیونٹی سے بھی زیادہ مخفی

سیدنا معقل بن یسار کہتے ہیں :

میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا.

آپ ﷺ نے فرمایا :

اے ابو بکر شرک لوگوں کے اندر کالی چیونٹی کی طرح چھپا ہوا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا :

کیا اللہ تعالی کے ساتھ کسی دوسرے کو الہ ماننے کے علاوہ بھی کوئی عمل شرک ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

قسم ہے اس ذات کی جس قبضے میں میری جان ہے، شرک کالی چیونٹی سے بھی زیادہ مخفی ہے۔

کیا میں تمہیں بتاؤں ایسی دعا جس کی بدولت تم چھوٹے اور بڑے ہر شرک سے محفوظ رہ سکتے ہو۔

تم کہا کرو:

اَللّٰهُمّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لا أَعْلَمُ

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں جان بوجھ کر شرک کروں اور تجھ سے معافی مانگتا ہوں، اس شرک سے جسے میں انجانے میں کروں۔

رواه البخاري في الأدب المفرد (739)، وصححه الألباني)

☆☆☆

نفاق کا خشوع

علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا :

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے:

خبر دار رہو، تم نفاق کا خشوع نہ کرنا۔ لوگوں نے پوچھا:

نفاق کا خشوع کیا ہے؟

فرمایا :

نفاق کا خشوع یہ ہے کہ بدن پر خشوع طاری ہو اور دل غافل ہو. اس پر خشوع کا اثر نظر نہ آئے۔

(مدارج السالکین:1/517)

☆☆☆

اپنے گھروں کا جائزہ لیجئے

ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

فكلما كان أهل البيت أكثر قراءة للقرآن، وأكثر مذاكرة للأحاديث، وأكثر ذكرا لله وتسبيحا وتهليلا، كان أسلم من الشياطين وأبعد منها.

وكلما كان البيت مملوءا بالغفلة، وأسبابها من الأغاني والملاهي والقيل والقال، كان أقرب إلى وجود الشياطين المشجعة على الباطل.

"جس گھر والے جتنا زیادہ قرآن پڑھیں گے، پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مذاکرہ کریں گے اور اللہ کے ذکر و اذکار میں مصروف رہیں گے وہ گھر اتنا ہی زیادہ شیطان سے دور اور ان کی آفات و شرور سے محفوظ رہے گا۔

اس کے برعکس جس گھر والے جتنا زیادہ اللہ کے ذکر و اذکار سے غافل و لاپرواہ ہوں گے یعنی گانے بجانے، لہو و لعب اور قیل و قال میں مصروف رہیں گے اس گھر میں اتنا ہی زیادہ شیطانوں کا بسیرا ہو گا۔

(الفوائد العلمیة من الدروس البازیة:1/142)

☆☆☆



کھانے میں نقص نکالنے کی ممانعت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مَا عَابَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِلَّا تَرَكَهُ.

(صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب ما عاب النبي ﷺ طعاما:5409؛ صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب لا يعيب الطعام:2064)

”رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر آپ ﷺ کو اس کا جی چاہتا تو کھا لیتے وگرنہ چھوڑ دیتے۔“

ہُلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

سَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا أَتَحَرَّجُ مِنْهُ، فَقَالَ: «لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ ضَارَعْتَ فِيهِ النَّصْرَانِيَّةَ.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأطعمة، باب في كراهية التقذر للطعام: 3784-سنن ترمذی، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في طعام المشركين: 1565-سنن ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب الأكل في قدور المشركين:2830)

”ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کوئی کھانا ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے کھانے میں مَیں حرج محسوس کرتا ہوں (تو اس صورت میں میں کیا کروں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی چیز تیرے دِل میں خلل (شک وشبہ) ہرگز نہ ڈالے (کیونکہ) اس کام میں تُو نصرانیوں کے مشابہ ہو جائے گا۔“

گوشت اور ثرید کھانے کا بیان

عمرو بن اُمیہ بیان کرتے ہیں کہ

أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّينَ الَّتِي كَانَ يَحْتَزُّ بِهَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.»

(صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب إذا حضر العشاء فلا يعجل عن عشائه: 5462- صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب نسخ الوضوء مما مست النار:355)

”انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاتھ میں بکری کے کندھے کا گوشت کاٹتے دیکھا، پھر آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ ﷺ نے وہ گوشت اور وہ چھری جس سے کاٹ رہے تھے، وہیں رکھ دی، پھر اُٹھے اور نماز پڑھائی، اور وضوء نہیں کیا۔“

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

كَانَ أَحَبَّ الْعِرَاقِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الذِّرَاعُ ذِرَاعُ الشَّاةِ، وَكَانَ قَدْ سُمَّ فِيهَا، وَكَانَ يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ سَمُّوهُ.

(سنن أبوداؤد، كتاب الأطعمة، باب في أكل اللحم: 3781- مسند أحمد:394/1)

”رسول اللہ ﷺ کو بکری کی پنڈلی کے اوپر والے حصے کی ایسی ہڈی بہت پسند تھی جس کا گوشت اتار لیا گیا ہو، آپ ﷺ کو زہر بھی اسی میں ہی دیا گیا تھا اور آپ ﷺ کے خیال کے مطابق یہودیوں نے آپ ﷺ کو زہر دیا تھا۔“

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

أَنَّ رَجُلًا خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَ لَهُ ثَرِيدًا قَدْ صَبَّ عَلَيْهِ دُبَّاءً، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْخُذُ الدُّبَّاءَ فَيَأْكُلُهُ، قَالَ: كَانَ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ. قَالَ ثَابِتٌ: فَسَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: فَمَا صُنِعَ لِي طَعَامٌ أَقْدِرُ أَنْ تُوضَعَ لِي فِيهِ دُبَّاءٌ إِلَّا صُنِعَ.

(صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب المرق:5436-صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز أكل المرق، واستحباب أكل اليقطين:2041)

”ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی، اس نے آپ کو ثرید پیش کیا جس میں اس نے کدّو ڈالے ہوئے تھے، تو رسول اللہ ﷺ کدّو پکڑ پکڑ کر کھانے لگے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کدّو پسند فرمایا کرتے تھے۔

ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

میرے لیے کبھی ایسا کھانا نہیں تیار کیا گیا کہ جس میں کدّو ڈالنے کی مجھ میں قدرت ہو اور میں نے نہ ڈالے ہوں۔“

شہد، میٹھی چیز اور ٹھنڈا مشروب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ.

(صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الحلواء والعسل: 5431-سنن أبوداؤد،

كتاب الأشربة، باب في شراب العسل: 3715)

”رسول اللہ ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرمایا کرتے تھے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

أَحَبُّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْحُلْوُ الْبَارِدُ.

”رسول اللہ ﷺ کا سب سے پسندیدہ مشروب (وہ ہوتا تھا جو) ٹھنڈا اور میٹھا ہو۔“ (سنن ترمذی، أبواب الأشربة، باب ما جاء أي الشراب كان أحب إلى رسول الله ﷺ:1895- مسندأحمد:38/6-صحيح الجامع للألباني: 4627)

زہری بیان کرتے ہیں کہ:

سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَيُّ الشَّرَابِ أَطْيَبُ، فَقَالَ: «الْحُلْوُ الْبَارِدُ» (سنن ترمذی، أبواب الأشربة، باب ما جاء أي الشراب كان أحب إلى رسول الله ﷺ: 1895- مسندأحمد: 38/6- صحيح الجامع للألباني: 4627)

”رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا مشروب زیادہ اچھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو میٹھا اور ٹھنڈا ہو۔“

تلبینہ کا بیان

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ مَيِّتٌ مِنْ أَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذَلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ، فَطُبِخَتْ وَصَنَعَتْ ثَرِيدًا، ثُمَّ صَبَّتِ التَّلْبِينَةَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَتْ: كُلُوا مِنْهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «التَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ، وَتُذْهِبُ بَعْضَ الْحَزَنِ.» (صحيح بخاری، كتاب الأطعمة، باب التلبينة: 5417- صحيح مسلم، كتاب السلام، باب التلبينة مجمة لفؤاد المريض: 2216)

”جب کسی گھر میں کسی کی وفات ہو جاتی اور اس کی تعزیت کے لیے عورتیں اکٹھی ہوتیں، پھر وہ چلی جاتیں اور گھر کے افراد اور خاص خاص لوگ ہی رہ جاتے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں تلبینہ کی ہانڈی پکانے کا حکم دیتیں، جب وہ پکا لیا جاتا تو آپ ثرید بناتیں اور اس ثرید پر تلبینہ ڈالتیں، پھر کہتیں کہ اسے کھاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تلبینہ بیمار شخص کے دِل کو تقویت پہنچاتا ہے اور اس کا غم دور کرتا ہے۔“

عرب لوگ تلبینہ آٹے اور دودھ یا بھوسی اور دودھ کو ملا کر حلوہ سا تیار کرتے اور اس میں شہد ڈالتے تھے، اسے تلبینہ کہا جاتا تھا۔ یہ امراضِ دِل اور غمزدہ و پریشان حال شخص کے لیے بہت مفید ہوتا تھا۔

سرکے کی فضیلت

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

أَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِي، فَأَتَى بَعْضَ بُيُوتِهِ، فَقَالَ لَهُمْ: هَلْ مِنْ إِدَامٍ؟ قَالُوا: لَا إِلَّا خَلٌّ قَالَ: فَقَالَ لَهُمْ: «هَاتُوهُ، فَنِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ.» (صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة الخل والتأدم به:2052)

”نبی ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے کسی گھر لے آئے اور گھر والوں سے پوچھا: کیا کوئی سالن ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سرکے کے سوا کوئی سالن نہیں ہے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: وہی لے آؤ، سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔“

زیتون کی فضیلت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«ائْتَدِمُوا بِالزَّيْتِ، وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ.»

(سنن ترمذی، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في أكل الزيت: 1851- سنن ابن ماجه، كتاب الأطعمة، باب الزيت: 3319- سلسلة الأحاديث الصحيحة: 379)

”زیتون کا تیل سالن کے طور بھی پر استعمال کرو اور اسے بہ طور تیل (سر اور بدن پر) بھی لگاؤ، کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکالا جاتا ہے۔“

کچا لہسن، پیاز اور گیندنا کھانے کی ممانعت

جابر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الثُّومَ قَالَ: ثُمَّ قَالَ بَعْدَ الثُّومِ: وَالْبَصَلَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبْنَا فِي مَسْجِدِنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ الْإِنْسَانُ

(صحيح بخاری، كتاب الأذان، باب ما جاء في الثوم النيء والبصل والكراث: 854- صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها:564)

”جس نے اس درخت سے کچھ کھایا، یعنی لہسن، پیاز اور گیندنا، تو وہ ہماری مسجد کے قریب بالکل نہ آئے، کیونکہ جس چیز سے انسان تکلیف پاتے ہیں اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔“

گیندنا بھی سبزی کی ہی ایک بدبودار قسم ہے جو پیاز کے مشابہ ہوتی ہے۔ تکلیف سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کو کھانے سے چونکہ منہ سے بُو آنے لگتی ہے جس سے مخاطب ناگواری محسوس کرتا ہے، اس لیے فرمایا کہ فرشتے بھی اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَكَلَ مِنْ طَعَامٍ بَعَثَ بِفَضْلِهِ إِلَى أَبِي أَيُّوبٍ، قَالَ: فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِقَصْعَةٍ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا فِيهَا ثُومٌ، فَأَتَاهُ

أَبُو أَيُّوبَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحَرَامٌ هُوَ؟ قَالَ:

«لَا وَلَكِنْ كَرِهْتُهُ لِرِيحِهِ.» قَالَ: فَإِنِّي أَكْرَهُ مَا كَرِهْتَ

(سنن ترمذی، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في كراهية أكل الثوم والبصل: 1807- مسند أحمد:94/5)

”رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھالیتے تھے تو باقی کھانا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو بھیج دیتے تھے، سو(ایک مرتبہ) آپ ﷺ نے انہیں ایک پیالہ بھیجا جس سے آپ ﷺ نے کھایا نہیں تھا (کیونکہ)اس میں لہسن تھا، تو ابو ایوب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! کیا یہ حرام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

نہیں، لیکن میں اس کی بُو کو ناپسند کرتا ہوں، تو ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا:

جو چیز آپ ﷺ کو ناپسند ہے اسے میں بھی پسند نہیں کرتا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نُهِيَ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ إِلَّا مَطْبُوخًا

(سنن أبوداؤد، كتاب الأطعمة، باب في أكل الثوم: 3828- سنن ترمذی، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في الرخصة في أكل الثوم مطبوخاً: 1808)

”لہسن کو پکائے بغیر کھانے سے منع کیا گیا ہے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لہسن اور پیاز کے بارے میں فرمایا:فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ آكِلُهَا لَابُدَّ فَلْيُمِتْهَا طَبْخًا(صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثوماً أو بصلاً أو كراثاً أو نحوها:567-مسند أحمد:15/1)

”جس شخص نے یہ ضرور ہی کھانے ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ انہیں پکا کر ان کی بدبو ختم کرلے۔“

کھانا ٹھنڈا کر کے کھانے کی فضیلت

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا ثَرَدَتْ غَطَّتْهُ شَيْئًا حَتَّى يَذْهَبَ فَوْرُهُ، ثُمَّ تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ»

(مسند أحمد: 350/6- مستدرك حاكم: 118/4- سلسلة الأحاديث الصحيحة: 659)

”جب آپؓ روٹی اور شوربے کا ثرید بناتیں تو دیگچی کا ڈھکن اتار دیتیں، یہاں تک کہ اس کی گرمائش ختم ہو جاتی، پھر فرماتیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ یقیناً یہ بڑی برکت کا باعث ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

لَا يُؤْكَلُ طَعَامٌ حَتَّى يَذْهَبَ بُخَارُهُ.

(السنن الكبرى للبيهقى:280/7)

”کھانا تب تک نہ کھایا جائے جب تک کہ اس کی بھاپ ختم نہ ہو جائے۔“

دو کھجوریں ملا کر کھانے کی ممانعت

جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں کہ

أَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَرُزِقْنَا تَمْرًا، فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ، فَيَقُولُ:

لَا تُقَارِنُوا، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْقِرَانِ ثُمَّ قَالَ:

إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ.

(صحيح بخارى، كتاب الأطعمة، باب القران في التمر: 5446-صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب نهي الآكل مع جماعة عن قران تمرتين ونحوهما في لقمة إلا بإذن أصحابه:2045)

”ہم پر ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے (عہدِ خلافت میں ان کے) ساتھ ایک سال قحط آن پڑا، ہمیں کھجوریں دی گئیں، ہم وہ کھجوریں کھا رہے تھے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے یہ فرماتے ہوئے گزرے کہ تم دو دو کھجوریں ملا کر مت کھاؤ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے، ہاں اگر آدمی اپنے ساتھی سے اجازت لے لے تو پھر کھا سکتا ہے۔“

یعنی اگر دو آدمی اکٹھے کھجوریں کھا رہے ہوں تو ایک آدمی کو دو دو کھجوریں اکٹھی نہیں کھانی چاہییں، کیونکہ اس سے دوسرے ساتھی کی حق تلفی ہوتی ہے کہ یوں اس کے حصے میں تھوڑی آئیں گی اور یہ اپنے حصے سے زیادہ کھا جائے گا، لیکن اگر اس کا ساتھی بہ خوشی اجازت دے دے تو پھر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆☆☆

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَن حفرَ ماءً لَم يشربْ منه كَبِدٌ حَرّى مِن جنٍّ و لا إنسٍ ولا طائرٍ ؛ إلّا آجَرَهُ اللّٰهُ يومَ القيامةِ

جس نے کوئی کنواں کھدوایا اور اس سے کسی پیاسے انسان، جن یا چرند پرند نے پیا تو اس کا اجر قیامت کے دن اسے ضرور ملے گا۔ (صحیح الترغیب: 963)

علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

دنیا میں مصیبت، تکلیف اور آزمائش نہ ہوتی تو بندوں میں تکبر، غرور، فرعونیت اور دل کی سختی پیدا ہوتی اور یہی چیزیں ان کی ہلاکت کا باعث بنتیں۔

(زاد المعاد: 4/179)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے فرمایا: جان لو کہ رمضان میں مومن کے دو جہاد جمع ہو جاتے ہیں۔ دن میں روزے کا جہاد اور رات میں قیام کا جہاد۔ جس نے ان دونوں جہادوں پر صبر کیا اور انہیں صحیح طور پر ادا کیا تو اسے بے حد و حساب اجر دیا جائے گا۔

(لطائف المعارف: ص171)



وحدت ادیان کی ابتدا

وحدت ادیان ایک کفریہ نظریہ ہے، جسے عام کرنے کی کوشش یہود و نصاریٰ دور نبوت ہی سے کر رہے ہیں۔(سورۃ البقرۃ:109)اور ہر دور میں کرتے رہیں گئے۔(سورۃ البقرۃ: 217) اور اس ناپاک سازش کو کامیاب بنانے کے لیے اپنے پیسے کو پانی کی طرح بہائیں گئے ۔(سورۃ الانفال: 36) کیونکہ ان کی خواہش ہے کہ جس طرح انہوں نے کفر کیا مسلمان بھی ان ہی کی طرح کافر ہو جائیں۔(سورۃ النساء:89) اسی لیے یہ لوگ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے ،جب تک وہ مسلمانوں کو اپنے دین پر نہ لائیں۔ (سورۃ البقرۃ : 120) جس کے لیے وہ کبھی اپنی یہودیت ونصرانیت اور اسلام کو فقہی مسالک کی طرح پیش کرتے ہیں(مجموع الفتاوی: 4/203)اور جب تنہائی میں رہتے ہیں تو غصے کے مارے اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔(سورۃ آل عمران:119)

اصول دین وفروع شریعت

اللہ تعالیٰ نے جن اصول ایمان کے لیے اپنے رسولوں پر آسمانی کتابیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید نازل فرمائیں اور جن کی طرف سیدنا ابراہیم، سیدنا موسیٰ، اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام جیسے دیگر انبیاء نے دعوت دی ان تمام اصول ایمان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا ہے ،کیونکہ سابقہ انبیاء نے آئندہ انبیاء کی بشارت دی اور بعد میں آنے والے انبیاء نے گزشتہ انبیاء کی تصدیق وتائید کی۔(سورۃ البقرہ:285؛سورۃ النساء :152 ؛ سورۃ آل عمران: 81-85، سورۃ الانعام: 89-90؛ سورۃ آل عمران:68 ؛ سورۃ النحل:123؛سورۃ الصف:6)

لیکن اللہ کا فضل، اس کی رحمت، اس کا عدل اور اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ بندوں کی مصلحت، زمانہ اور حالات کے اعتبار سے فروع مختلف ہوں۔ (سورۃ المائدۃ:48) جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے انتہائی قریب ہوں، اور انبیاء باپ شریک بھائی ہوتے ہیں ان کا دین (اصول ایمان) ایک ہوتا ہے لیکن مائیں (فروعی شریعت) مختلف ہوتی ہیں،(صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ واذکر:3442) لیکن اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ تورات، انجیل اور قرآن مجید کو ایک ہی کتاب کی شکل میں شائع کیا جائے یا عوامی و تفریحی مقامات، ہوائی اڈوں اور یونیورسٹیز کے دامن میں ایک ہی جگہ یہودیوں کی عبادت گاہ، نصاریٰ کا گرجا گھر، اور مسلمانوں کی مسجد تعمیر کی جائے ، یا مختلف ادیان کے مابین الفت و قربت، دینی بھائی چارہ مختلف دینوں کا مرکز، عیسائی اسلام دوستی، دین الٰہی ، عالمی ادیان، کتب ساویہ کی ہم آہنگی کے الفاظ کے سہارے وحدت ادیان کا نظریہ پیش کیا جائے۔

وحدت ادیان ایک کفریہ رجحان

وحدت ادیان کفریہ رجحان ہونے کی بے شمار وجوہات ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

1۔ وحدت ادیان سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منع کیا، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ البقرۃ:42)

”اور جانتے بوجھتے تم حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ ہی حق کو چھپاؤ۔“

علامہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو یعنی یہودیت و نصرانیت کو اسلام کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور یہی قول قتادہ رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے، جنہوں نے مزید فرمایا کہ اللہ کا دین تو اسلام ہے اور یہودیت و نصرانیت بدعت (نئے ادیان) ہیں جو اللہ کی جانب سے نہیں۔(جامع البیان عن تأویل آي القرآن للطبري وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر)

لہٰذا ہمیں یہودیت و نصرانیت سے بچ کر رہنا چاہیے اور اسلام پر ثابت قدمی کے لیے ہر نماز میں دعا کرنی چاہیے۔(سورۃ الفاتحہ:6-7)

2۔یہود نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔(سورۃ التوبہ:30)

3۔یہود نے اپنے آپ کو مال دار اور اللہ کو فقیر بخیل تصور کیا۔(سورۃ آل عمران:181)

4۔یہود نے تورات میں تحریف کی۔(سورۃ المائدۃ: 13)سورۃ المائدۃ64)

6۔یہود نے نعوذ باللہ، سلیمان علیہ السلام کو مرتد، ہارون علیہ السلام کو مشرک، ابراہیم علیہ السلام کو ازدواجی رشتہ کا خائن، لوط علیہ السلام کو شرابی، یعقوب علیہ السلام کو چور اور داؤد علیہ السلام کو زانی قرار دیا۔(الإبطال لنظریۃ الخلط بین دین الإسلام وغیرہ من الأدیان لبکر أبو زید: ص75)

6۔ یہود اپنی آسمانی کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھا کرتے ہیں، اسے اللہ کی جانب منسوب کرتے ہیں (سورۃ البقرۃ:79 ؛سورۃ آل عمران:78)اور اسے اکثر چھپایا کرتے ہیں۔(سورۃ الانعام:91)

7۔نصاریٰ نے عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور معبود مانا۔ (التوبہ:30۔31)جو دراصل اللہ کے دین میں غلو(سورۃ النساء:171)اور کفریہ عقائد ہیں۔(المائدۃ: 72-73)

8۔نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو معبود یا اللہ کا بیٹا

تصور کیا جب کہ اسلام نے انہیں آدم علیہ السلام کی طرح مٹی سے بنا ایک بشر بتایا اور یہ ایسی ٹھوس حقیقت ہے کہ جس میں شک کا شائبہ نہیں بلکہ جس کے لیے مباہلہ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔(آل عمران:59-61)

9۔انجیل تحریف شدہ ہے، کیونکہ اس میں قرآن سے ٹکرانے والی باتیں ہیں، مثال کے طور پر عیسی علیہ السلام کو پھانسی دینے کا واقعہ ان کی موت و تدفین کا واقعہ وغیرہ۔

10۔نصاری کا ماننا ہے کہ نعوذ باللہ سلیمان علیم اور داؤد علیہ السلام زنا کی نسل سے ہیں۔(الإبطال لنظرية الخلط بين دين الإسلام وغيره من الأديان لبكر أبو زيد:ص76)

11۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یہود و نصاری سے دلی دوستی کرنے سے منع کیا۔ (سورۃ المائدۃ:51)

12۔یہود و نصاری اللہ کی آیتوں کے کافر ہیں۔(سورۃ آل عمران:70)

13۔یہود و نصاری دین حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے قتال کے مستحق ہیں۔(سورۃ التوبہ:29)

14۔یہود و نصاری کو جنت میں داخل ہونے کے لیے وحدت ادیان پر نہیں بلکہ صرف دین اسلام پر قائم رہنا ہو گا۔(صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان:403)

15۔ تورات و انجیل اور قرآن کے مابین صرف قرآن ہی محفوظ ہے جو تورات و انجیل کے مساوی نہیں بلکہ ان کے متعلق فیصلہ کرنے والی ہے۔(سورۃ المائدۃ:48)

16۔اہل کتاب میں سے اگر کوئی قرآن مجید کو تسلیم کرنے اور اس کی تصدیق کرنے کی بجائے اس کی تردید کرے گا تو وہ بے ایمان اور جہنم رسید ہو گا۔ (سورۃ ہود:17)

17۔ ہمارے نبی ﷺ یہود و نصاری بلکہ ساری انسانیت کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔(سورہ سبا: 28؛ سورۃ الاعراف: 158) اور قرآن مجید بھی ساری انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

18۔ ہمارے نبی ﷺ خاتم النبیین ہیں۔(سورۃ الاحزاب:40) جن پر ایمان لانے کے ہم بھی اور یہود و نصاری بھی پابند ہیں۔(سورۃ آل عمران:81)

19۔یہود و نصاری کو کافر جاننا اور ان کے لیے کافر کے الفاظ استعمال کرنا واجب ہے۔(سورۃ البینۃ: 1-6، مع فتاوى اللجنة الدائمة...، الدعوة:12/274)

20۔یہود و نصاری کافر ہیں اور کافر کو کافر نہ سمجھنا بھی کفر ہے۔(تفصیل کے لیے گزشتہ بحث نواقض اسلام کا مطالعہ کیجیے۔)

21۔ عام یہود و نصاری کے ساتھ وحدت ادیان کی تشکیل تو درکنار اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آج زندہ ہوتے تو اللہ کی قسم انہیں اسلام پر چلتے ہوئے نبی ﷺ کی پیروی کرنی پڑتی۔(مسند أحمد مسند المكثرين من الصحابة مسند جابر بن عبد الله:15156 اور یہ حدیث حسن ہے۔)

22۔اسلام کے علاوہ وحدت ادیان یا کسی اور دین کی طلب نا قابل قبول عقیدہ ہے جو دنیا و آخرت میں خسارہ کا سبب بنے گا۔(سورۃ آل عمران:85)

وحدت ادیان کا نقصان

وحدت ادیان کے نقصانات میں اسلام کی شبیہ بگاڑنا، مسلمانوں میں شبہات و شہوات کو عام کرنا، اسلامی فتوحات کو روکنا، دلوں سے ایمان کی چنگاری کو بجھانا، ایمانی اخوت کا خاتمہ کرنا، یہود و نصاری کے تئیں مسلمانوں کے قلم اور ان کی زبانوں پر لگام لگانا اسلامی احکام کو باطل قرار دینا دوستی اور دشمنی کا معیار مٹا دینا، حفاظت کردہ دین اسلام کو تحریف کردہ دینوں کے ساتھ ملانا اور یہودیت و نصرانیت کو فروغ دینا ہے۔(الإبطال لنظرية الخلط بين دين الإسلام وغيره من الأديان لبكر أبو زيد:ص37)

سابقہ تفصیل کے باوجود بھی اگر کوئی وحدت ادیان کا قائل ہو تو وہ مرتد ہو جائے گا۔(فتاوى اللجنة الدائمة، الدعوة:12/274) اسی لیے وحدت ادیان کی بجائے اسلام کی دعوت دی جائے گی یا پھر لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ کہا جائے گا۔

اس موضوع سے متعلق شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ کی کتاب الإبطال لنظرية الخلط بين دين الإسلام وغيره من الأديان، شیخ عبد الرحمن بن سعد الشثری حفظہ اللہ کی کتاب الفرقان في بيان حقيقة التقارب والتسامح بين الفرق والأديان اور محمد الٰہی رحمہ اللہ کی کتاب الإخاء الديني ومجمع الأديان وموقف الإسلام مفید ہے۔

☆☆☆

نعت

اب اپنے لیے بیش نہ کم آپ کے ہوتے
دیکھیں گے کسی اور نہ ہم آپ کے ہوتے
گزرے نہ قیامت میں قیامت کوئی ہم پر
ٹوٹے نہ کہیں اپنا بھرم آپ کے ہوتے
ہم اور فقیروں کو بھلا شاہ کہیں گے !
اے شاہِ اُمم شاہِ اُمم آپ کے ہوتے
ہم سے کبھی ہوگی نہیں تقلید کسی کی
سر ہو گا کہیں اور نہ خم آپ کے ہوتے
گردن میں کوئی طوقِ غلامی نہیں رکھتے
ہم آپ کے سرتا بہ قدم آپ کے ہوتے
ہیں آپ اگر ساتھ تو پھر ساتھ ہے سب کچھ
کیا چیز ہیں کیخسرو وجم آپ کے ہوتے
کہتے ہیں سکینت جسے حاصل ہے دلوں کو
آنکھیں کبھی ہوتی نہیں نم آپ کے ہوتے
اپنے لیے بے فیض ہے کوفی ہو کہ صوفی
آنکھوں میں عرب ہے نہ عجم آپ کے ہوتے
ہم خیر نہ لکھیں گے کسی کا بھی قصیدہ
ہو گا نہ سبک سار قلم آپ کے ہوتے

ڈاکٹر رؤف خیر، حیدر آباد دکن



نماز وتر کے متعلق

حدیث نمبر:121

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عَنْه قَالَ: «سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ ــ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ــ مَا تَرَى فِي صَلاةِ اللَّيْلِ؟ قَالَ : مَثْنَى، مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ: صَلَّى وَاحِدَةً، فَأَوْتَرَتْ لَهُ مَا صَلَّى، وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْراً».

(رواه البخاري، في كتاب الصلاة، باب الحلق والجلوس في المسجد، برقم 472، وكتاب الوتر، باب ما جاء في الوتر، برقم 990، وباب ليجعل آخر صلاته وتراً، برقم 998، ومسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، برقم 749، 751)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا۔ اس حال میں کہ آپ منبر پر تشریف فرماتھے۔ عرض کی رات کی نماز کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟ یعنی وہ کس طرح پڑھی جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: دو دو رکعت پڑھی جائے جب تم میں سے کسی کو صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت پڑھے یہ جو نماز پڑھی گئی اسے وتر (یعنی طاق) بنا دے گی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ تم رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:

1 - سَأَلَ رَجُلٌ :ایک شخص نے پوچھا۔

2 - مَثْنٰى مَثْنٰى :دودو۔

3 - مَا تَرَىٰ :آپ کا کیا خیال ہے۔

4 - فَإِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمْ :پھر جب تم میں سے کوئی ایک ڈرے۔

5 - أَوْتَرَتْ لَهُ :اسکے لیے وتر بنادے گی۔

6 - مَا صَلّٰى:جو نماز اس نے پڑھی (یعنی نفل)۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:

1۔ مسجد میں بیٹھنا جائز ہے اور علمی حلقات لگانا مستحب ہے۔ البتہ مسجد میں غیر ضروری اور بے فائدہ حلقات مذموم ہیں۔

2۔ درس وغیرہ کے لیے عالم کا لوگوں سے بلند ہو کر بیٹھنا تاکہ لوگ عالم کو دیکھ سکیں اور عالم لوگوں کو اس سے درس اور خطبہ وغیرہ سننے سنانے میں زیادہ توجہ ہوتی ہے۔

3۔ جمعہ کے خطبہ کے علاوہ لوگوں کو خطبہ وغیرہ دینا سنت سے ثابت ہے۔

4۔ رات کی نفل نماز تہجد وغیرہ دو دو رکعت ہے۔

5۔ اگر رات تہجد پڑھنے کی عادت ہو تو عشاء کی نماز میں وتر چھوڑ دیا جائے اور اسے نماز تہجد کے بعد پڑھا جائے۔ اور اگر عادت نہ ہو تو پھر عشاء کی نماز کے بعد یا سونے سے پہلے وتر پڑھ لیے جائیں۔

6۔ نماز وتر کا وقت طلوع فجر یعنی صبح صادق کی ابتداء پر ختم ہو جاتا ہے۔ نماز وتر کا شروع وقت عشاء کی نماز کے بعد سے ہے۔ البتہ وتر یعنی تہجد کی نماز کے لیے سونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ بعض عوام الناس کا خیال ہے۔

7۔ نماز وتر تہجد ہی ہے تہجد کے کئی ایک نام ہیں مثلا تہجد، وتر، قیام اللیل، قیام رمضان، تراویح وغیرہ۔

8۔ مجمع عام میں علم کے حصول کی خاطر کسی عالم سے مسئلہ دریافت کرنا مستحب عمل ہے۔

9۔ نبی کریم ﷺ سفر و حضر میں وتر پڑھنے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ اس میں وتر کی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔

10۔ نماز وتر کی کم از کم تعداد ایک رکعت ہے اور زیادہ کی کوئی تحدید نہیں ہے اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو نماز وتر کو تین رکعت میں محدود سمجھتے ہیں۔

11۔ نماز وتر نفل (سنت) مؤکدہ نماز ہے البتہ اس کی بہت فضیلت ہے اور اس میں فوائد کثیرہ ہیں۔ اس کے چھوڑنے کی وعید سنت سے ثابت ہے۔ لہذا کوئی مسلمان اس کو سفر و حضر میں کبھی بھی نہ چھوڑے۔

نماز وتر سے متعلق

حدیث نمبر:122

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عَنْها لقَالَتْ : «مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قد أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَأَوْسَطِهِ، وَآخِرِهِ. فَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ.

صحيح البخاري، كتاب الوتر، باب ساعات الوتر، برقم 996، ومسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، برقم 137-(745)، واللفظ له.

حدیث مبارکہ سلیس ترجمہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصے میں وتر

پڑھا۔رات کے پہلے ، درمیانی اور آخری حصے میں آپ نے عمر کے آخری مرحلے میں سحری کے وقت وتر پڑھا۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:

1 - مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ:رات کا ہر حصہ۔

2 - أَوْتَرَ:اس نے وتر پڑھا۔

3- السَّحَرِ:رات کا آخری حصہ ۔ صبح صادق سے پہلے کا وقت۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:

1۔نماز وتر عشاء اور صبح صادق کے درمیان کسی وقت بھی پڑھی جاسکتی ہے البتہ افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے۔

2۔جسے رات کے پچھلے پہر جاگنے کا یقین ہو اور اس کی نیت بھی تہجد پڑھنے کی ہو اسکے لیے افضل و بہتر یہ ہے کہ وہ تہجد کی نماز کے بعد وتر پڑھے۔

3۔جو وتر پڑھنا بھول جائے تو وہ اسے جب یاد آئے پڑھ لے البتہ راجح یہ ہے کہ فجر کے بعد جفت کر کے پڑھے مثلا ایک کی جگہ دو تین کی جگہ چار پانچ کی جگہ چھ، گیارہ کی جگہ بارہ اور اگر کوئی صرف دو رکعت بھی پڑھ لے تو کافی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے جب رات کو وتر فوت ہوگئے تو آپ نے دن کو بارہ رکعات پڑھیں۔

4۔ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ اَوْنَسِيَهُ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَ.»

”جو وتر پڑھے بغیر سو جائے یا اسے پڑھنا بھول جائے تو وہ اسے پڑھ لے یا جب یاد آئے پڑھ لے۔ لیکن اس کی قضاء جفت کر کے ادا کرنا افضل اور راجح ہے۔“

واللہ اعلم بالصواب۔

نماز وتر سے متعلق

حدیث نمبر:123

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عَنْها لقَالَتْ : «كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ، لايَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلاّ فِي آخِرِهَا».

رواه مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل، وأن الوتر ركعة، وأن الركعة صلاة صحيحة، رقم 737، ولم أجده في البخاري.

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ:

سیدہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے اس میں پانچ وتر پڑھتے آپ ان کے آخر میں تشہد کے لیے بیٹھتے تھے۔(صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:

1 - يُصَلِّيْ :وہ نماز پڑھتاہے۔

2 - اللَّيْلِ:رات

3 - ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً:تیرہ رکعت

4 - يُوتِرُ :وہ وتر پڑھتا۔

5 - مِنْ ذَالِكَ :اس میں۔

6 - خَمْسٍ :پانچ۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:

1۔نبی کریم ﷺ رات کو تیرہ رکعات ادا کیا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے ان دونوں میں اہل علم نے تطبیق یہ دی ہے کہ تیرہ رکعات میں عشاء کے بعد کی دو رکعات یا فجر کی دو سنتیں، یا تہجد سے پہلے دو ہلکی رکعت شامل ہیں۔واللہ اعلم بالصواب

اور وتر کبھی ایک کبھی تین کبھی پانچ کبھی سات اور کبھی نو پڑھنا سنت سے ثابت ہے۔

2۔وتر پڑھنے کے دو طریقے سنت رسول ﷺ سے ثابت ہیں پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے اور آخری رکعت الگ پڑھی جائے اور یہ افضل طریقہ ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تین، پانچ، سات، نو وتر اکٹھے ایک سلام سے پڑھے جائیں اس میں تین سے سات رکعات پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ

صرف آخری رکعت میں تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے البتہ نو وتر پڑھنے کی صورت میں آٹھویں رکعت میں تشہد کیا جائے گا اور پھر اٹھ کر نویں رکعت ادا کی جائے گی۔ تفصیل کے لیے بخاری و مسلم میں نماز وتر کے ابواب کا مطالعہ کیا جائے۔

3۔کتب حدیث میں وتر کی چھ اقسام اور ان کے پڑھنے کا طریقہ ثابت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

1۔صرف ایک وتر: ایک رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا جائے۔

2۔ تین وتر: آخری رکعت میں تشہد یا دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے پھر ایک رکعت پڑھی جائے۔

3۔پانچ وتر: پانچویں رکعت میں تشہد اور اس کے بعد سلام پھیر دیا جائے۔

4۔سات وتر: ساتویں رکعت میں تشہد اور اس کے بعد سلام پھیر دیا جائے۔

5۔نو وتر: دو تشہد کے ساتھ پہلا تشہد آٹھویں رکعت میں ہوگا اور دوسرا تشہد نویں رکعت میں ہوگا اور پھر اسی میں سلام پھیرا جائے گا۔

6: گیارہ وتر: دس رکعتیں دو دو کر کے پڑھی جائیں گی اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھا جائے گا۔ وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے پہلے یا بعد دعائے قنوت پڑھنا مستحب ہے اگر دعاء قنوت رہ جائے یا جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے تو نماز وتر درست ہے سجدہ سہو وغیرہ کی ضرورت نہیں جیسا کہ بعض لوگ اس صورت میں سجدہ سہو سمجھتے ہیں۔

4: گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ یہ نفل نماز ہے اور دو دو رکعت کر کے جتنی چاہے کوئی پڑھ لے مگر گیارہ سے اوپر کسی تعداد کو سنت سمجھنا یا اس تعداد پر ہمیشگی کرنا درست نہیں ہے۔



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ کی کرامات

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی (قسط 21)

ایک باغ والے کی کرامت کہ بادلوں نے نام لیا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنْ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى ذَلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدْ اسْتَوْعَبَتْ ذَلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ لِلِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنْ اسْمِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هَذَا مَاؤُهُ يَقُولُ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا قَالَ أَمَّا إِذْ قُلْتَ هَذَا فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک دفعہ ایک شخص زمین میں ایک صحرائی ٹکڑے پر کھڑا تھا۔ اس نے ایک بادل میں آواز سنی: ”فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔“ وہ بادل ایک جانب بنا اور ایک پتھریلی زمین میں اپنا پانی انڈیل دیا۔ پانی کے بہاؤ والی ندیوں میں سے ایک ندی نے وہ سارا پانی اپنے اندر لے لیا۔ وہ شخص پانی کے پیچھے پیچھے چل پڑا تو وہاں ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا اپنے کدال سے پانی کا رخ (اپنے باغ کی طرف) پھیر رہا ہے۔ اس نے اس سے کہا: اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: فلاں وہی نام جو اس نے بادل میں سنا تھا۔ اس (آدمی) نے اس سے کہا: اللہ کے بندے! تم نے مجھ سے میرا نام کیوں پوچھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے (کسی کو) یہ کہتے سنا تھا۔ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تمہارا نام لیا تھا۔ تم اس میں کیا کرتے ہو۔“ اس نے جواب دیا تم نے یہ بات کہہ دی ہے تو میں (تمہیں بتا دیتا ہوں) اس باغ سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے میں اس پر نظر ڈال کر اس کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں ایک تہائی میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں۔ اور ایک تہائی اسی (باغ کی دیکھ بھال) میں لگا دیتا ہوں۔“ (صحیح مسلم:2984)

اصحاب الاخدود، جادو گر راہب اور لڑکے کا قصہ

عَنْ صُهَيْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ إِنِّي قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ إِلَيَّ غُلَامًا أُعَلِّمْهُ السِّحْرَ فَبَعَثَ إِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ فَكَانَ فِي طَرِيقِهِ إِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ إِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَأَعْجَبَهُ فَكَانَ إِذَا أَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ إِلَيْهِ فَإِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى الرَّاهِبِ فَقَالَ إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ فَقُلْ حَبَسَنِي أَهْلِي وَإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَتَى عَلَى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتْ النَّاسَ فَقَالَ الْيَوْمَ أَعْلَمُ آلسَّاحِرُ أَفْضَلُ أَمْ الرَّاهِبُ أَفْضَلَ فَأَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هَذِهِ الدَّابَّةَ حَتَّى يَمْضِيَ النَّاسُ فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ فَأَتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرَى وَإِنَّكَ سَتُبْتَلَى فَإِنْ ابْتُلِيتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِيسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ فَقَالَ مَا هَاهُنَا لَكَ أَجْمَعُ إِنْ أَنْتَ شَفَيْتَنِي فَقَالَ إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللهُ فَإِنْ أَنْتَ آمَنْتَ بِاللهِ دَعَوْتُ اللهَ فَشَفَاكَ فَآمَنَ بِاللهِ فَشَفَاهُ اللهُ فَأَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ قَالَ رَبِّي قَالَ وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي قَالَ رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ فَجِيءَ بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ أَيْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ فَقَالَ إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللهُ فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ فَجِيءَ بِالرَّاهِبِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَدَعَا بِالْمِئْشَارِ فَوَضَعَ الْمِئْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيءَ بِجَلِيسِ الْمَلِكِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَوَضَعَ الْمِئْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ بِهِ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيءَ بِالْغُلَامِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اذْهَبُوا بِهِ إِلَى جَبَلِ

كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذُرْوَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَصَعِدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمْ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ قَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اذْهَبُوا بِهِ فَاحْمِلُوهُ فِي قُرْقُورٍ فَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاقْذِفُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَانْكَفَأَتْ بِهِمْ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ قَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ فَقَالَ لِلْمَلِكِ إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتَّى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهِ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَتَصْلُبُنِي عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي ثُمَّ ضَعْ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ بِاسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ ارْمِنِي فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ قَتَلْتَنِي فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَصَلَبَهُ عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبْدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ بِاسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ فِي مَوْضِعِ السَّهْمِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَأُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيلَ لَهُ أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللَّهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ قَدْ آمَنَ النَّاسُ فَأَمَرَ بِالْأُخْدُودِ فِي أَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَأَضْرَمَ النِّيرَانَ وَقَالَ مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ دِينِهِ فَأَحْمُوهُ فِيهَا أَوْ قِيلَ لَهُ اقْتَحِمْ فَفَعَلُوا حَتَّى جَاءَتْ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيهَا فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ يَا أُمَّهْ اصْبِرِي فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ

حضرت صہیب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اس کا ایک جادوگر تھا، جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا، اس نے بادشاہ سے کہا: اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، آپ میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دیجئے میں اس کو جادو سکھا دوں گا۔ بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکا بھیج دیا، وہ اسے سکھانے لگا جب وہ لڑکا (جادو سیکھنے کے لئے) جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب تھا، وہ اس کے پاس بیٹھنے اور اس کی باتیں سننے لگا، جو اسے اچھی لگتیں۔ جب وہ جادوگر کے پاس سے آتا تو راہب سے گزرتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ جاتا، اور جب وہ جادوگر کے پاس جاتا تو وہ (تاخیر کے سبب) اس کو مارتا۔ اس لڑکے نے راہب سے اس بات کی شکایت کی۔ راہب نے اس سے کہا: جب تمہیں جادوگر سے ڈر لگے تو اس سے کہنا میرے گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا۔ اور جب گھر والوں سے ڈر لگے تو کہہ دینا مجھے جادوگر نے روک لیا تھا وہ اسی طرح معاملہ چلا رہا تھا کہ اسی اثناء میں اس کا سامنا ایک بڑے جانور سے ہوا۔ جس نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا تھا۔ لڑکے نے سوچا آج میں پتہ چلالوں گا کہ جادوگر افضل ہے یا نہ راہب۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ اگر تجھے راہب کا معاملہ جادوگر سے زیادہ پسند ہے تو جانور کو قتل کر دے تاکہ لوگ گزر سکیں۔ اس نے پتھر مار کر جانور کو قتل کر ڈالا اور لوگ (راستے پر سے) آنے جانے لگے۔ پھر وہ راہب کے پاس آیا اور یہ بات بتائی۔ راہب نے اس سے کہا: بیٹے آج تم مجھ سے افضل ہو، تمہارا (اللہ کے ہاں مقبولیت کا) معاملہ وہاں تک پہنچ گیا ہے جو مجھے نظر آرہا ہے۔ اب جلد ہی تمہاری آزمائش ہو گی جب تم آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ تو میری نشاندہی نہ کر دینا۔ یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور پھلبہری (برص) کے مریض کو ٹھیک کر دیتا تھا، اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کر دیتا تھا۔ بادشاہ کے ایک مصاحب نے جو زندہ ہو گیا تھا یہ بات سنی تو وہ بہت سے ہدیے لے کر آیا اور کہا یہ جو کچھ ہے اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو سب تمہارا ہے۔ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفا تو اللہ دیتا ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا اللہ تمہیں شفا عطا فرما دے گا۔ وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے شفاعت دے دی۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور پہلے کی طرح اس کے پاس بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تمہاری بینائی کس نے لوٹا دی، اس نے کہا: میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا: میرا اور تمہارا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے پکڑ لیا اور مسلسل اسے اذیت دیتا رہا، یہاں تک کہ اس نے اس لڑکے کا پتہ بتا دیا۔ اس لڑکے کو لایا گیا بادشاہ نے اس سے کہا بیٹے تمہارا جادو جہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم ان لوگوں کو ٹھیک کر دیتے ہو پھلبہری کے مریضوں کو تندرست کر دیتے ہو اور یہ کرتے ہو اور یہ کرتے ہو تو اس نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفا تو اللہ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اسے پکڑ لیا اور اسے مسلسل اذیت دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے راہب کا پتہ بتا دیا پھر راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا، اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے درمیان میں رکھا اور اسے چیرا یہاں تک کہ اس کے دو ٹکڑے (ہو کر ادھر ادھر) گر گئے۔ پھر بادشاہ کے مصاحب کو لایا گیا اور اس سے کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس نے بھی انکار کر دیا۔ اس نے اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور اس کو چیر دیا اور اس کے دو ٹکڑے (ہو کر ادھر ادھر) گر گئے پھر لڑکے کو لایا گیا اور اُس سے کہا گیا اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس نے انکار کیا تو اس (بادشاہ) نے اسے اپنے چند ساتھیوں کے حوالے

کیا اور کہا: اس کو فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ۔ جب تم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤں تو پھر اگر یہ اپنے نئے دین سے پلٹ جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو اس چوٹی سے نیچے پھینک دو۔ وہ اسے لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے تو اس نے دعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ جس طرح سے چاہے میری ان کی طرف سے کفایت (حفاظت) فرما، چنانچہ پہاڑ نے ان کو زور سے ہلایا اور وہ (پہاڑ سے) نیچے گر گئے وہ لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھ جانے والوں کا کیا بنا۔ اس نے کہا: اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا چنانچہ اس نے اسے اپنے چند اور ساتھیوں کے سپرد کیا اور کہا اسے لے جاؤ اسے ایک کشتی میں بٹھاؤ۔ اسے لے کر سمندر کے وسط میں پہنچو۔ اگر یہ اپنے نئے دین سے پھر جائے تو ٹھیک ورنہ اسے سمندر میں پھینک دو۔ وہ اسے لے گئے۔ اس نے کہا یااللہ تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا۔ تو کشتی ان لوگوں پر الٹ گئی اور وہ غرق ہو گئے وہ لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: تمہارے ساتھ جانے والوں کا کیا بنا اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا دیا۔ پھر اس نے بادشاہ سے کہا: تم (اس وقت تک) مجھے قتل نہیں کر سکو گے یہاں تک کہ جو میں تمہیں کہ وہی کرو۔ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ لڑکے نے کہا: سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھے ایک درخت پر سولی کے لیے لٹکاؤ۔ پھر میرے ترکش سے ایک تیر لو، اسے کمان میں رکھو پھر کہو: اللہ کے نام پر جو لڑکے کا رب ہے۔ پھر مجھے اس کا نشانہ بناؤ۔ اگر تم نے اس طرح کیا تم مجھے مار دو گے۔ اس نے سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اسے کھجور کے ایک تنے کے ساتھ لٹکا دیا۔ پھر اس نے ترکش سے ایک تیر نکالا اسے کمان کے درمیان میں رکھا۔ پھر کہا: اللہ کے نام سے جو لڑکے کا رب ہے۔ پھر اسے نشانہ بنایا تو تیر اس کی کنپٹی کے اندر گھسا، لڑکے نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر تیر لگنے کی جگہ رکھا اور جان باختہ ہو گیا۔ اس پر سب لوگ کہہ اٹھے۔ ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کے پاس آ کر کہا گیا۔ جس بات سے تم ڈرتے تھے اسے دیکھ لیا۔ اللہ کی قسم! تمہارا ڈر (حقیقت بن کر) تم پر آن پڑا۔ لوگوں نے ایمان قبول کر لیا۔ بادشاہ نے راستوں کے سروں پر خندقوں (کی کھدائی) کا حکم دیا۔ تو وہ کھودی گئیں۔ (ان میں) آگ بھڑکا دی گئی۔ اس بادشاہ نے جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے ان میں جلا ڈالو۔ یا اس (ایمان لانے والے) سے کہا جاتا، اس کے اندر گھسو تو وہ ایسا کر گزرتے۔ یہاں تک کہ ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا اس نے اس میں گرنے تردد کیا۔ تو اس بچے نے اس سے کہا: میری ماں صبر اختیار، تو یقیناً حق پر ہے۔" (صحیح مسلم: 3005)

فوائد: اس ایمان افروز واقعے سے ہمیں متعدد اسباق حاصل ہوتے ہیں۔

☆ جادو کا اگرچہ وقتی طور پر اثر ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کو سیکھنا سکھانا گمراہی بلکہ کفر ہے۔

☆ جب انسان اللہ کے تابع ہو جائے تو سمندر اور پہاڑ اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔

☆ دین پر ثابت قدمی اور استقامت اختیار کرنے کے نتائج ہمیشہ خوبصورت ہوتے ہیں ہیں انجام کے اعتبار سے ہمیشہ حق غالب اور باطل مغلوب ہوتا ہے۔

اس واقعہ سے راہب اور لڑکے اور آگ میں جلائے جانے والے اہل ایمان اور شیر خوار بچے کا اپنی ماں کو نصیحت کرنے کی کرامات معلوم ہوتی ہیں۔

☆☆☆

علماء کی تعظیم و تکریم

حرملہ بن یحییٰ التجیبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ "جب امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے اصحاب الحدیث کا تذکرہ کیا گیا اور یہ شکوہ کیا گیا کہ وہ حصول علم کے دوران ادب کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتے ہیں، تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حدیث، قرآن، نحو اور ان کے علاوہ دیگر چیزوں کا جو کچھ بھی علم حاصل کیا ہے جن سے میں استفادہ کر رہا ہوں، ان کے سیکھنے میں یقینی طور پر میں نے ادب و آداب کا ضرور خیال رکھا، یہاں تک کہ یہ چیز میری طبیعت کا حصہ بن گئی، اور پھر جب مدینہ پہنچا اور امام مالک رحمہ اللہ کی ہیبت و رعب اور ان کا علم کی تعظیم و تکریم کرنا دیکھا تو میرے اندر یہ چیز مزید پروان چڑھ گئی، حتیٰ کہ بسا اوقات جب میں امام مالک کی مجلس میں ہوتا تو آپ کی ہیبت اور وقار کی وجہ سے انتہائی لطافت اور قرینے سے صفحات پلٹتا تھا کہ کہیں آپ اس کی آواز نہ سن لیں۔" [توالی التأسیس بمعالی ابن ادریس: ص: 153]

ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "اللہ کی قسم میں نے کبھی بھی اس حالت میں پانی پینے کی جسارت نہیں کیا جب امام شافعی رحمہ اللہ میری طرف دیکھ رہے ہوں، محض آپ کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے۔" [مناقب الشافعی للبیہقی: 2/145]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ: "میں مسلسل چار سال تک ہشیم (بن بشیر الواسطی) رحمہ اللہ کی صحبت میں رہا لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے سوائے دو بار کے کبھی کوئی سوال نہ کر سکا۔" [تذکرۃ الحفاظ: 1/249]

عبدوس بن مالک العطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک روز ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مجھے ہنستے ہوئے دیکھ لیا تھا، تب سے لے کر آج تک میں آپ سے شرماتا ہوں۔" (مناقب الإمام أحمد لابن الجوزی: ص 273]



زکاۃ کے بارے میں شیخ البانی کی آراء کا تذکرہ (پچھلی قسط کا تسلسل)

☆اصل سے جو فائدہ حاصل ہو کیا اس پر زکاۃ ہے؟

اور اس سے مراد ہے جیسے گھر کو کرائے پر چڑھا دیا یا جانور کو اجرت کے طور پر دے دیا تو جو آمدنی اسے حاصل ہو گی، اس پر زکاۃ دے جائے گی یا نہیں؟

شیخ البانی اس مسئلہ میں امام شوکانی کی رائے کے حامل ہیں کہ پہلے تینوں زمانوں میں کہ جن کو خیر القرون کہا جاتا ہے، ایسا کوئی دستور نہ تھا، اور اصل تو یہی ہے کہ ایک مسلمان کا مال اس کی ملکیت میں رہتا ہے اور اگر اس سے کچھ لیا جائے تو اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔

یہاں بہتر ہو گا کہ سعودی عرب کے مؤقر ادارے دارالافتاء کی رائے سے بھی آگاہ کر دیا جائے، وہ کہتے ہیں:

"وہ مال جو انسان کی ملکیت میں ہو اکئی قسم کا ہو سکتا ہے، اگر نقدی کی شکل میں ہو تو اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہو جاتی ہے اور اگر زرعی اراضی ہوں تو اس سے دانوں یا پھل کی شکل میں جو بھی پیداوار حاصل ہو گی اور جب بھی اس کی فصل کی کٹائی ہو گی تو اس میں زکاۃ واجب ہو جائے گی اور جو زمین کرائے پر دی جائے یا جو عمارت کرائے پر دی جائے تو ایک سال کے گزرنے کے بعد اس سے حاصل کردہ کرائے پر زکاۃ واجب ہو گی۔

اس زمین یا عمارت کی قیمت پر زکاۃ نہیں ہو گی، اور جو زمین یا عمارتیں یا سامان تجارت، بغرض تجارت ہوں وہ بھی ایک سال گزر جانے کے بعد زکاۃ کے قابل ہوں گے اور اگر اصل مال نصاب کو پہنچ جاتا ہے اور پھر اسی پر مزید نفع بھی حاصل ہوتا ہے تو دونوں کو ملا کر ان پر زکاۃ دی جائے گی۔"

(بدستخط عبداللہ بن منیع، عبداللہ بن غدیان، عبد الرزاق عفیفی)

اور یہی رائے شیخ عبد العزیز بن باز کی بھی ہے کہ جو گھر کرائے کی غرض سے رکھے گئے ہوں، ان گھروں پر تو زکاۃ نہیں ہے لیکن ان سے حاصل کردہ کرائے پر زکات واجب ہو گی اگر وہ رقم نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال بھی گزر جائے۔ نصاب کی مقدار سونے کے اعتبار سے 20 مثقال سونا ہے (یا 84 گرام سونے کی مالیت ہے۔)

زراعتی اشیاء کی زکاۃ

شیخ البانی کی رائے کے مطابق زکاۃ صرف چار زرعی اشیاء میں ہے اور وہ ہیں:

گندم جَو، کشمش اور کھجور

اور اسی مذہب کے قائل ہیں عبد اللہ بن عمر اور تابعین، اور ان کے اخلاف میں سے ثوری، شعبی ابن سیرین اور عبداللہ بن مبارک۔

امام احمد کی ایک رائے بھی اس مذہب کے مطابق ہے۔

ابن حزم بھی سوائے کشمش کے، باقی چیزوں میں زکاۃ کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کشمش میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔ امام شوکانی بھی اسے درست قرار دیتے ہیں۔

دلیل کے طور پر ابی بُردہ کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ وہ ابو موسی اور معاذ سے روایت کرتے ہیں کہ جب انہیں نبی ﷺ نے یمن بھیجا تھا تا کہ وہاں کے لوگوں کو دین سکھا سکیں تو انہیں اس بات کا بھی حکم دیا تھا کہ وہ سوائے ان چار چیزوں کے کسی اور چیز میں سے زکاۃ نہ لیں۔ (حاکم، بیہقی، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

اس رائے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں لوگوں کے پاس زمین کی پیداوار میں سے اور چیزیں بھی تھیں لیکن جب اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا ذکر نہیں کیا، تو پھر تمہیں بھی ان پر زکاۃ واجب نہیں کرنا چاہیے، جیسے اللہ کے رسول نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکاۃ کا ذکر نہیں کیا۔

ابو عبید نے کتاب الاموال میں یہی رائے صحیح قرار دی ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ جو کچھ لوگ زمین میں اُگاتے ہیں، ان سب پر زکاۃ ہے، اور اس رائے کے قائلین میں سے ہیں: عمر بن عبد العزیز، امام ابو حنیفہ، داؤد ظاہری، اور اسی رائے کو شیخ یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب 'فقہ الزکاۃ' میں اختیار کیا ہے۔ بطور دلیل وہ یہ آیات اور حدیث پیش کرتے ہیں:

1۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾ (سورۃ التوبہ: 267)

" اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم کھاتے ہو اور جنہیں ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔"

تو یہ آیت عام ہے اور زمین کی ہر پیداوار اس میں

شامل ہے۔

2۔ ﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴾ (سورۃ الأنعام 141)

"اور فصل کی کٹائی کے وقت اس کا حق ادا کرو۔"

اور اس آیت سے قبل ہر طرح کی پیداوار کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا۔

باغات جو چھتریوں پر چڑھائے جاتے ہیں یا نہیں چڑھائے جاتے ، کھجور اور مختلف قسم کی کھیتیاں ، زیتون، انار وغیرہ

اور پھر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "جو بارش سے پانی حاصل کرے ، اس میں عشر (دسواں حصہ) ہے اور جو رہٹ کے پانی سے سیر اب ہو تو اس میں نصف العشر (یعنی بیسواں حصہ) ہے۔

اور یہی رائے شیخ ابن باز اور دارالافتاء (سعودی عرب) کی بھی ہے۔

ان کے نزدیک ہر اس محصول میں زکاۃ ہے، جس کی پیمائش کی جاسکے اور جسے ذخیرہ کیا جاسکے جیسے کھجور کشمش، بادام، اخروٹ، پستہ اور اس کی دلیل فرمان نبوی ﷺ ہے کہ

" کھجور ہو یا دانے ہوں، اگر پانچ وسق کی مقدار کو پہنچ جائیں تو ان میں زکوٰۃ واجب و گی۔ (صحیح بخاری اور صحیح مسلم)

ایک وسق ، ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے اور پانچ وسق تین صاع کے برابر ہوئے ، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر وہ پیمائش کے قابل نہ ہوں تو پھر وہ زکاۃ کی مد میں نہیں آتے۔

پھلوں کے اندر یہ عمومی قاعدہ ملاحظہ ہو کہ اگر ان کی تجارت کی جائے تو پھر انہیں سامان تجارت سمجھا جائے گا ، یعنی جتنی آمدنی حاصل ہو گی اس پر شرط نصاب اور گزران سال زکاۃ واجب ہو گی، جیسے ناریل کو بطور مثال لے لیا جائے۔ یہ وہ پھل ہے کہ نہ اس کی پیمائش ہوتی ہے، نہ اسے ذخیرہ کیا جاسکتا ہے، تو اس کی کٹائی کے وقت تو زکاۃ واجب نہیں ہو گی لیکن اگر ا سے تجارت میں لگایا جائے تو اس کی آمدنی پر مذکورہ دونوں شرطوں کے ساتھ زکاۃ واجب ہو گی۔ (بحوالہ : فتاوی دائمی کمیٹی برائے فتاوی اور بحوث علمیہ : 9/ 239-240)

شہد کی زکاۃ

شہد میں زکاۃ ہے یا نہیں ؟ حکم لگانے سے پہلے ان احادیث کا جائزہ لے لیتے ہیں ، جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں۔

1۔ روایت عمرو بن شعیب : بنی متعان کا ایک شخص 'ہلال 'نبی ﷺ کے پاس اپنے شہد کے چھتوں کے عشر لے کر آیا، اس شخص اس شخص نے نبی ﷺ سے ایک وادی (سَلبہ) کے بطور حمیٰ دیئے جانے کا مطالبہ کیا تھا۔

یعنی ایسی وادی جس میں وہ اپنے جانور چرا سکے اور وہ صرف اس کے استعمال کے لیے ہو تو آپ ﷺ نے اسے وہ وادی عطا کر دی تھی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا تو سفیان بن وہب نے انہیں اس بارے میں خط لکھا، جس میں اس وادی کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس شخص کو بتا دو کہ وہ جیسے اپنے شہد کا عشر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا، ویسے ہی اب تمہیں (بطور والی) پیش کرتا رہے اور اس حمی کو بر قرار رکھے ، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ ایک ابر کرم ہے جو چاہے اس میں سے کھاتا رہے۔

شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں اُسے قوی قرار دیا ہے۔

لیکن بقول ابن زنجویہ (کتاب الأموال) اور خطابی (معالم السنن) یہ عشر اس وادی کو بطور حمی استعمال کرنے کے عوض میں تھا۔

2۔ حدیث عبد اللہ بن عمرو کہ نبی ﷺ نے شہد میں سے عشر وصول کیا تھا۔ شیخ البانی نے اس روایت کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

شیخ البانی نے امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شہد کے بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے، اس لیے ان کا رجحان جمہور کی اس رائے کے موافق ہے کہ شہد میں زکاۃ نہیں ہے لیکن مذکورہ دونوں روایتوں کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ

آج کل کے رواج کے مطابق باغات اور کھیتوں میں جو شہد کے چھتے بنائے جاتے ہیں، ان میں زکاۃ نہیں ہے الا یہ کہ کوئی شخص بطیب خاطر زکاۃ دینا چاہے۔

اور عبد اللہ بن عمرو کی روایت کو بھی وہ عمرو بن شعیب کی روایت کے تناظر ہی میں دیکھتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی واضح کرتا ہے کہ

انہوں نے جب اپنے عامل کو یہ اختیار دیا کہ وہ اس وادی کو حمی قرار دیئے جانے کی بنا پر اس سے شہد کی زکاۃ لیتا رہے تو یہ بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ

یہ عشر بطور عوض لیا گیا تھا، اور اگر یہ حمی نہ ہوتی تو پھر یہ شہد ہر کس و ناکس کے لئے جائز تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جمہور ائمہ بشمول امام شافعی اس بات کے قائل ہیں کہ شہد میں زکاۃ نہیں ہے۔

لیکن احناف اور حنابلہ مذکورہ روایت کی بنا پر شہد میں زکاۃ کے قائل ہیں۔ لجنہ دائمہ (سعودی عرب) کے فتویٰ کے یہ الفاظ ہیں:

وہ شہد، جو شہد کی مکھی کے چھتے سے حاصل کیا جاتا ہے ، اس میں بذات خود زکاۃ نہیں ہے لیکن اگر اسے تجارت کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کی آمدنی میں سے زکاۃ دی جائے گی اگر نصاب اور سال پورا ہونے کی دونوں شرطیں پائی گئیں۔ نصاب وہی ہے جو سونا

چاندی کا ہے یعنی دس میں سے چوتھائی حصہ۔ (فتوی بدستخط عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز، عبدالرزاق عفیفی، عبداللہ بن قعود)

رکاز (دفینے) کی زکاۃ

زمین میں سے جو کچھ بھی نکلے۔ اس میں خرچ کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ ﴾ (سورۃ التوبہ: 267)

" اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم کھاتے ہو اور جنہیں ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔"

زمین میں سے نکلنے والی اشیاء میں معدنیات (سونا، چاندی، لوہا، پیتل، سیسہ وغیرہ بشمول پٹرول اور جواہرات شامل ہیں اور ایسے ہی وہ دفن شدہ خزانے جو پچھلے لوگوں سے چلے آرہے ہوں، اور جن کا کوئی مالک نہ ہو۔)

پہلی قسم پر معدنیات کا اور دوسری قسم پر رکاز کا اطلاق ہوتا ہے۔

اور دونوں کا ایک ہی حکم ہے پر بنائے حدیث نبوی:

«وفي الركاز الخمس »(رواہ الجماعۃ)

"رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔" اور اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ رکاز میں سے نکالا ہوا پانچواں حصہ کہاں خرچ کیا جائے تو اس کی بارے میں شیخ البانی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں دو رائیں پائی جاتی ہیں:

1۔ بقول امام شافعی اور امام احمد اسے زکاۃ ہی کی طرح خرچ کیا جائے گا۔

امام احمد کہتے ہیں، اگر صرف مساکین ہی کو دیا جائے تو یہ کافی رہے گا۔

2۔ اسے فئے کی مانند خرچ کیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا ایک روایت کے مطابق یہی قول ہے۔

فے کا مصرف سورۃ الحشر کی آیت 7 میں بتایا گیا ہے:

﴿ مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾

"بستیوں والوں کا جو مال تمہارے لڑائی کے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ آئے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کا ہے۔"

شیخ البانی کہتے ہیں کہ دونوں آراء کے قائلین نے ایسے آثار کو بطور دلیل پیش کیا ہے جو سب کے سب ضعیف ہیں، سنت میں صراحت کے ساتھ ایک قول کو دوسرے قول پر ترجیح دینے کی دلیل نہیں ملتی، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا خرچ کرنا مسلمانوں کے حکمران کی رائے پر موقوف ہے، جہاں بھی حکومت کی مصلحت ہو، وہاں خرچ کر سکتا ہے، ابو عبید نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے، اور بظاہر یہی حنابلہ کا بھی مذہب ہے، انہوں نے رکاز کے بارے میں کہا ہے:

"فے کی مانند اُسے جہاں بھی مصلحت کا تقاضا ہے خرچ کیا جا سکتا ہے۔

اضافہ: پڑول اگر حکومت کے اخراجات سے زائد ہو تو کیا دوسرے اسلامی ممالک کا اس میں حق ہے؟

اس بارے میں السید احمد الخزعی لکھتے ہیں:

" پٹرول کی زائد مقدار کو تمام اسلامی ممالک میں بقدر حاجت تقسیم کیا جانا چاہئے۔ اس طرح ہم عالم اسلام میں فقر کا علاج کر سکتے ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ متمدن قوموں سے پیچھے رہ گئے ہیں، دلیل کے طور پر ڈاکٹر الفنجری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کا حوالہ دیا ہے جو انہوں نے قحط کے سال مصر کے گورنر عمرو بن العاص کو لکھا تھا۔ اس میں یہ الفاظ کہے گئے تھے:

" اما بعد، کیا تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ میں اور میرے ساتھ جو لوگ ہیں وہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور تم خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ زندہ رہو، تو المدد المدد المدد)

اس کے جواب میں عمرو بن العاص نے لکھا: اما بعد! مدد تم تک پہنچ رہی ہے، میں تمہارے پاس غلے کے اتنے اونٹ بھیجوں گا کہ ان کا پہلا تمہارے پاس ہو گا اور آخری میرے پاس۔" (حوالہ الاسلام والضمان الاجتماعی)

تو اگر مصر کا غلہ صرف اصل مصر ہی کے لئے ہوتا تو حضرت عمر اتنے سخت لہجے میں والی مصر سے غلہ بھیجنے کا مطالبہ کرتے؟

اور یہی حضرت عمر ہیں جنہوں نے کہا تھا:

" یہ شام اور عراق کے خراج کا جو مال میرے پاس آیا ہے، اس میں سے سے صنعا کے پہاڑ پر ایک چرواہے کو بھی اس کا حق ملے گا۔" " (اضافہ از کاتب السطور)

☆☆☆



جاننا چاہیے کہ شارع علیہ السلام کے علاوہ اور لوگوں نے جو تعظیمیں خدا کے واسطے مقرر کی ہیں، اگر کوئی شخص انہیں غیر خدا کے سامنے تعظیماً بجالائے گا، مشرک ہو گا کیونکہ یہ عبادات کے مشابہ ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص بزرگ یا قبر کے آگے ایک پاؤں کے بل کھڑا ہو گا، یا سر نیچے اور پاؤں اوپر کریگا، شرک جلی میں گرفتار ہو گا، یا کوئی ایسی نئ تعظیم پیدا کرے گا جو خدا کے علاوہ بزرگوں کی قدر کے لائق نہ ہو تو بھی مشرک ہو گا جیسا کہ بعض آدمی قبروں کی طرف چند قدم چلتے پھر ٹھہرتے اور ٹیڑھے ہو کر واپس آتے ہیں، اور اس قبر کی طرف پیٹھ نہیں کرتے بلکہ پچھلے قدم ہٹ آتے ہیں۔ اسی طرح ان جیسے اور کاموں کو اس پر قیاس کرنا چاہیے۔ بعض آدمی کہنے لگتے ہیں کہ ہم بزرگوں کو خدا کا شریک نہیں جانتے۔ اور نہ ان سے مشکل کشائی کے خواستگار ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ چونکہ دربار الہی کے مقرب ہیں، تو ہم کو بھی خدا کے قریب کر دیں گے۔ اسی وجہ سے ہم ان کی تعظیم حد سے زیادہ بجالاتے ہیں۔ حق تعالی جواب میں فرماتا ہے:

﴿و الّذین اتّخذوا من دونه اولیاء ما نعبدهم الّا لیقرّ بونا الی اللّه زلفی. إنّ اللّه یحکم بینهم فیما هم فیه یختلفون. انّ اللّه لا یهدی من هو کا ذب کفّار﴾

جو لوگ خدا کے علاوہ اور لوگوں کو دوست رکھتے ہیں، کہتے ہیں ہم ان کو صرف اس واسطے پوجتے ہیں کہ یہ ہم کو مرتبہ قرب میں خدا کی طرف نزدیک کر دیں گے۔ خدا تعالی ان میں حکم کرتا ہے، جس چیز میں کہ یہ اختلاف کرتے ہیں۔ البتہ خدا رستہ پر نہیں لگاتا اس شخص کو جو جھوٹا اور کافر ہے۔ یعنی موحدوں اور مشرکوں میں اختلاف ہے۔

موحد کہتے ہیں کہ

یہ اعمال شرکیہ ہیں، خدا سے دوری پیدا کرتے ہیں۔ مشرک کہتے ہیں کہ یہ بزرگوں کی تعظیمیں خدا کی تقریب کا موجب ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم تمہارے اختلاف میں صاف حکم اور قول فیصل بیان کرتے ہیں کہ مشرک اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔ اگرچہ بظاہر کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں کی تعظیم و عبادت صرف اس واسطے کرتے ہیں کہ

وہ ہم کو خدا سے قریب کر دیں گے، مگر در حقیقت بلا کے دفعیہ کے واسطے بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں اور حاجتوں کے پورا کرنے پر انہیں قادر جانتے ہیں۔ حالانکہ غیر خدا کو دوست رکھنا اور اس کی عبادت کرنا آدمی کو کافر بنا دیتا ہے یہ کیونکر قرب الہی کا موجب ہو گا حالانکہ ہدایت خدا کے ہاتھ میں ہے اور حق تعالی ان جھوٹے مشرکوں جو کہتے ہیں کہ

خدا تعالی سے نزدیک کرنا بزرگوں کے اختیار میں ہے، راہ پر نہیں لگاتا۔

یہ کم بخت یہ آیت إنک لا تهدی من أحببت۔۔ الخ بھول گئے ہیں)۔

فصل ششم دربیان اشراک فی العادت:

با ید دا نست که مو حدا ن را عا دت دیگر مے باشد و مشر کاں را دیگر۔ مو حدا ں در نشستن و برخواستن و بر پهلو گر دا نیدن نا م خدا بیاد مے آ رند، یعنی یا الله ، و یا ر ب ، و یا کر یم ، و امثا ل این الفا ظ مے گو یند ۔ چنا نکه حکم است فاذکرواللّه قیاماً و قعوداً وعلی جنوبکم (النساء) یاد آ رید نام خدا در نشستن و بر خوا ستن و بر پهلو ها ئے خود ۔

بعضے مر دما ن عکس این آ یه ، یا پیر، یا خوا جه ، یا علی میگو یند ۔ مو من را ازیں حذر وا جب است و قو ل خود را مو کد بضم کر دن از عا دی ضروری انسا ن است لا ئق سو گند۔ ہموں ذا ت پاک است که سو گند د لا لت بر اعلی مر تبه تعظیم و محبت و حا ضر و نا ظر بو دن خدا مے کند ۔ این معنی لائق بز ر گان نیست۔

و اطفا ل خود را بنا مے مشهور نبا ید کرد که ورد شر ک لازم آ ید مثل عبد الرسو ل و بنده علی و غلام غو ث بروز قیا مت رو بروئے آ ن شہنشاه چو ں ندا کر ده خوا ہید شد که بیا رید بنده علی صا حب این اسم چه شر مسا ری ہا خوا ہد کشید و عزیزا ں را وقت ر خصت نبا ید گفت که بفلاں بز ر گ سپر دم بلکه مثل این کلمه بر زبا ن آرند، که خدا یا ر تو باد، و بخدا ئے عز و جل بسپر دم که حا فظ و نا صر از اسماء ئے الهی است ۔

وقتیکه آ ب سرد بیا شا منده یا غذائے لطیف خور ند یا باو خو ش و زو د و با بوئے حوش از گل و ر یحا ن بد ماغ آ ید شکر خا لق آ ن نعمت بجا با ید آ ورد و باو دیگراں نما ید کرد بے انصافی محض است که منعم حقیقی را که آں نعمت ہا ئے پیدا کر ده و بخشیده اوست فراموش کنیم و نام غیر الله برزبان آریم

اے چه نیکی ہا که با من کر دۂ با ہزاراں ناز ہا پروردۂ
آ ں لعین از نعمتت محرو م باد
کاں بیار د نام غیر ت را بیاد

جاننا چاہیے کہ موحدوں کی اور عادت اور مشرکوں کی اور عادت ہوا کرتی ہے۔ موحد اٹھتے بیٹھتے کروٹ لیتے خدا کا نام لیا کرتے ہیں۔ یعنی یا خدا، یارب، یا کریم اور

ان جیسے الفاظ کہتے ہیں جیسا کہ خدا نے حکم فرمایا ہے
:

فاذکروا اللہ قیا ماً و قعوداً وعلی جنو بکم

خداتعالی کو اٹھتے بیٹھتے اور کروٹوں کے بل یاد کیا کرو۔ مگر بعض آدمی اس کے برعکس یا خواجہ، یا علی کہتے ہیں۔ مومن کو ان باتوں سے پرہیز کرنا واجب ہے اور چونکہ انسان کی ضروری عادت ہے کہ

وہ اپنے قول کو قسم کے ساتھ موکد کیا کرتا ہے تو قسم کے لائق وہی ذات پاک ہے، کیونکہ قسم کھانا خدا کے اعلی مرتبہ اور تعظیم و محبت اور اس کے حاضر و ناظر ہو نے پر دلالت کرتا ہے، یہ معنی بزرگوں کے لائق نہیں

اور اپنے بچوں کے نام ایسے نام سے مشہور نہ کرنا چاہیے جس سے شرک لازم آتا ہے، جیسے عبدالرسول، بندہ علی وغلام غوث وغیرہ۔

قیامت کے دن جب اس شہنشاہ کے سامنے ندا کی جائے گی کہ بندہ علی کو حاضر کرو، تو اس وقت اس نام والے کو کیسی شرمندگی حاصل ہوگی۔ اسی طرح اپنے عزیزوں کو رخصت کرنے کے وقت یوں نہ کہنا چاہیے کہ تمہیں فلاں بزرگ کو سونپا۔ بلکہ یہ کلمہ زبان پر لائے کہ خدا تیرا مددگار ہے اور تجھے خدا کو سونپا۔ وجہ یہ کہ حافظ و ناصر خدا کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔ علی ہذا القیاس۔ جب ٹھنڈا پانی پئیں یا لطیف غذا کھائیں یا عمدہ ہوا چلے، یا گل وریحان کی خوشبو سے دماغ معطر ہو، تو ان نعمتوں کے پیدا کرنے والے کا شکر بجالانا چاہیے، نہ اس وقت اوروں کو یاد کرنا چاہیے۔ بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ

حقیقی منعم کو جس نے یہ نعمتیں پیدا کر کے بخشی ہیں بھولتے اور اس کے غیر کا نام زبان پر لاتے ہیں۔ اے وہ پاک ذات کہ کس قدر نیکیاں میرے ساتھ تو نے کی ہیں۔ ہزاروں ناز سے پالا ہے۔ وہ مردود تیری نعمت سے محروم رہے جو غیر کا نام یاد کرتا ہے)۔

فصل ہفتم در بیان بت پرستی

باید فہمید کہ اگر چہ در لغت بت پرستی،صورت پرستی را گو یند، اما در شر ع معنی دیگر دارد یعنی تراشیدہء دست خود را پرستیدن، مو قو ف بر تصویر نیست، ندیدہ کہ نصاری تصویر حضرت عیسی ؑ را از دست خود مے ترا شند و پر ستش مے کنند۔ پس اگر تصویر بز رگان بسا زند و تعظیما تش بجا آ رند و یا نقل تر بت حضرت حسین ؑ یا نشا نی --- و نام بزرگاں منسو ب کند، از اقسا م بت پرستی با شد و نشا ن قدم بر سنگے منقش کر دن و آ ن نقش قدم جناب رسالتمآ ب ﷺ قرار دادہ تعظیماتش بجا آوردن، بر ہمیں قیاس با ید کر د۔ و از ہمیں اقسا م باشد پر ستش قبر ہاء و آنحضرت ﷺ بر کسا نے کہ چراغ بر قبور بر ند، لعنت فر مودہ است، و بناء مکا نات بر قبور سا ختن و بخشت پختہ بستن و از۔۔۔بیض سفید کر دن و از کچ محکم سا ختنش را منع فر مود ۔ و مو جبش ہمیں است کہ تز ئین قبور باعث شر ک مے شود و اسرا ف ما ل است، آ نچہ حضرت ﷺ، حضرت علی ؓ کر م اللہ و جھہ را در با ب قبور ارشاد فرمودہ اند با حا دیث صحیحہ وارد است و بہمہ کس معلو م و مسلّم، احتیا ج تصریحش نیست
۔

تعظیمات درختاں و مکا نا ت سوائے مسجد بجا آ وردن را نیز بر ہمیں قیاس نما ئی ۔ نشنیدہء کہ بز یر درخت بیعت الر ضوان شدہ بود عمر ؓ را از بیخ بر کند ید کہ مبا دا تعظیما تش بجا آ رند و بدر یا ئے شر ک مستغرق شو ند و اللہ تعا لی اعلم بالصوا ب ۔

جاننا چاہیے کہ اگر چہ بت پرستی لغت میں صورت پرستی کو کہتے ہیں لیکن شرع میں اس کے اور معنی ہیں۔ یعنی اپنے ہاتھ کی تراشی ہوئی چیز کو پوجنا۔ پس بت پرستی تصویر ہی پر موقوف نہیں ہے، دیکھئے نصاری، حضرت عیسی علیہ السلام کی تصویر ہاتھ سے گھڑ کر پرستش کرتے ہیں۔

پس اگر بزرگوں کی تصویریں بنا کر ان کی تعظیم بجالائیں یا حضرت امام حسین کی تربت کی نقل یا کوئی نشان بنا کر بزرگوں کی طرف منسوب کریں، یہ سب بت پرستی کی قسمیں ہیں۔ اور کسی پتھر پر قدم کا نشان منقش کرنا اور اسے جناب رسالت مآب ﷺ کا نقش قدم قرار دے کر اس کی تعظیم بجالانے کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔

اور انہیں قسموں میں قبروں کی پرستش بھی داخل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے قبروں پر مکان بنانے اور انہیں اینٹ سے پختہ کرنے اور چونے سے سفید کرنے اور گچ سے مضبوط کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبور کی زینت شرک کا باعث اور اسراف مال کی وجہ ہوتی ہے۔ حضرت ﷺ نے جو کچھ حضرت علی ؓ سے فرمایا تھا وہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے اور سب لوگوں کو معلوم و مسلّم، اس کی تصریح کی چنداں ضرورت نہیں۔

نیز مسجد کے علاوہ درختوں اور مکانوں کی تعظیم بجالانے کو اسی پر قیاس کیجئے۔

کیا آپ نے نہیں سنا کہ جب بیعت رضوان کا درخت زیارت گاہ ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بایں وجہ اسے جڑ سے اکھاڑ ڈالا کہ مبادا لوگ اس کی تعظیم بجالائیں اور شرک کے دریا میں ڈوب جائیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ (دیکھئے حاشیہ نمبر 1)

☆☆☆

یہ سب آخری زمانے کے فتنے ہیں!!

علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (1890ء) لکھتے ہیں:

معاصرین کی کیفیت استدلال کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو علماء دین کے نام سے مشہور ہیں، وہ اخبار کی ایڈیٹری تو خوب جانتے ہیں اور بحثِ مسائل میں بھی اسی (ایڈیٹرانہ) روش پر چلتے ہیں۔ لیکن جو بات مقصودِ شرع اور مطلوبِ دین ہے، اس کے علم و فہم سے کوسوں دور ہیں۔ اسی وجہ سے اِس زمانہ میں دین لہو و لعب بلکہ عبث ٹھہر گیا ہے، نہ کسی کا حفظِ ادب ہے، نہ کسی مسئلہ میں انصاف۔ الا ماشاء اللہ! یہ سب آخری زمانہ کے فتنے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔"

(خود نوشت سوانح حیات نواب محمد صدیق حسن خان:92)

